Osaka University Knowledge Archive

| | |
|---|---|
| Title | اُردونثرکی لسانی زمر□ بندی اور ’اُردوپن‘ کاجائز□ (۱۷۷۵ءتا۱۸۵۰ء) |
| Author(s) | Akhtar, Imran; Yamane, So |
| Citation | 外国語教育のフロンティア. 2020, 3, p. 41-70 |
| Version Type | VoR |
| URL | https://doi.org/10.18910/75622 |
| rights | |
| Note | |

*Osaka University Knowledge Archive : OUKA*

https://ir.library.osaka-u.ac.jp/

Osaka University

論　文

# اُردونثر کی لسانی زُمرہ بندی اور 'اُردوپن' کا جائزہ (۱۷۷۵ءتا۱۸۵۰ء)

## Lingual categorization of Urdu prose towards the study of 'Urduness' (1775 to 1850)

AKHTAR, Imran・YAMANE, So

**Abstract**

This paper tries to define the concept of "Urduness" by etymologizing the vocabularies of well known Urdu prose works published between 1775 to 1850 era. It has been described that Urduness nurtured by a long history of creolized languages such as Khariboli,Arabic, Persian and Turkish. By this science of word derivation, this paper exerts to reveal which language is derived into 'Hindustani' work comparing with the 'Urdu' works written in the same era. This can indicate some etymological typical characteristics in modern Urdu.

Keywords: Urdu, Urduness, Hindustani Language, Etymology

### 'اُردوپن' کیا ہے؟

بلاشبہ اٹھارویں صدی کا آخری ربع اور اُنیسویں صدی کا ابتدائی نصف ہندوستانی زبان کے فروغ میں ایک سنگِ میل کی حیثیت رکھتا ہے۔ ہندوستانی زبان کو عُرفِ عام میں ہندی اور اُردو کی ایک شعوری تقسیم کے طور پر جانا جاتا ہے[۱]۔ تاہم اس زبان کو ہندی اور اُردو کی سیاسی وشعوری تقسیم سے بالاتر ہوکر بہ حیثیت ایک تہذیبی حوالے اور لسانی زمرہ بندی (Lingulal Categorizartion) کے تناظر میں دیکھنے کی ضرورت محسوس ہوئی ۔ اس مقصد کے لیے ۱۷۷۵ء تا ۱۸۵۰ء کے دوران کلاسیکی اُردو نثر کی نمائندہ تصانیف سے متون (texts) لے کر اُن کی لسانی زُمرہ بندی کی گئی ۔ اس لسانی زمرہ بندی میں اُردو کے ذخیرہ الفاظ کو بھی 'ہندی' ہی فرض کیا گیا جس کے پس پردہ دوعوامل تھے ۔ پہلا یہ کہ مقامی الفاظ سنسکرت سے ماخوذ ہیں جبکہ دوسرا یہ کہ بہ ظاہر الگ الگ نظر آنے والی یہ دونوں زبانیں درحقیقت ایک ہی مشترکہ تہذیبی اور لسانی سرمایہ کی حامل ہیں تو محض ایک زبان کے دو رسم الخط ہوجانے سے ذخیرہ الفاظ میں یکسانیت پر کوئی سوال نہیں اُٹھایا جاسکتا۔ اگرچہ اس مقالے کا بنیادی مقصد اٹھارویں صدی کے آخری ربع اور اُنیسویں صدی کے نصف (بشمول مغلیہ حکومت کے اختتام ) تک ہندوستانی زبان میں لکھی جانیوالی اہم نثری تصانیف میں 'اُردوپن' کی تلاش ہے۔ اس بات کی وضاحت ضروری ہے کہ 'اُردوپن' سے مراد ایسی شعوری کوشش کہ جس سے سلیس اور آسان اسلوب کا اُردو روزمرہ کے مطابق فہم وادراک عام قاری کو میسر ہو اور اس کو معانی کی تلاش میں کوئی دقت پیش نہ آئے ۔ اس مقصد کے لیے منتخب عہد میں ترجمہ یا تالیف ہونے والی تصانیف کو لفظ بہ لفظ اسماء اور افعال کے تناظر میں متعلقہ زبان کے سرمایہ الفاظ کی روشنی میں موضوع بحث بنایا گیا ہے۔ اس مطالعے میں یہ دیکھنے کی کوشش کی گئی ہے کہ نمائندہ تصانیف کن کن زبانوں کے ذخیرہ الفاظ پر مشتمل ہیں اور اس عہد میں 'اُردوپن' یا زبان کو سادہ وسلیس بنانے کے لیے کس طرح کی زبان کا استعمال کیا گیا ہے۔

اس مقالے کے لیے فورٹ ولیم کالج سے ۱۸۰۶ء میں گل کرسٹ کی فرمائش پر میر بہادر علی حسینی کی مرتبہ کتاب *Hindee Story Teller* کو بنیاد بنایا گیا۔ مذکورہ تحقیق کے لیے اس کتاب میں شامل ایک تہائی متن کی لسانی زمرہ بندی کے بعد اس کے لسانی نتائج کو

دیگر ہم عصر نثری تصانیف جن میں شمالی ہند سے اُردو نثر کی سب سے پہلی نثری تصنیف ’نوطرزِ مرصع‘ یعنی قصہ چہار درویش ۱۷۷۵ء از میر محمد عطا حسین عطا خاں تحسینؔ، ’عجائب القصص‘ ۹۳-۱۷۹۲ء از شاہ عالم ثانی، ’توتا کہانی‘ ۱۸۰۱ء از حیدر بخش حیدری، ’فسانہ عجائب‘ ۱۸۲۵ء از رجب علی بیگ سرور، ’جوہر اخلاق‘ از جیمز فرانسس کارکر ۱۸۴۸ء اور تقویۃ الایمان‘ از شاہ اسماعیل دھلوی ۵۹-۱۸۵۸ء سے موازنہ کیا گیا۔

اس مطالعے کے دوران اس بات کا جائزہ بھی لیا گیا کہ اس عہد میں لکھی گئی عربی اور فارسی مذہبی کتابوں کا سلیس اور آسان اُردو زبان میں ترجمہ کرنا کسی شعوری کوشش کا نتیجہ تھا یا کہ اس کے پیچھے دیگر لسانی، سیاسی یا مذہبی عوامل کارفرما تھے۔ تاہم اس مطالعے میں یہ جاننے کی کوشش بھی کی گئی کہ ان تراجم میں ’اُردو پن‘ کے حصول کے لیے خالص مقامی الفاظ کو استعمال میں لایا گیا یا کہ ان تراجم پر عربی اور فارسیت غالب رہی۔ اس مقالے کے آخر میں اُردو نثر کی لسانی زمرہ بندی اور اس میں موجود ’اُردو پن‘ سے متعلق حاصل کردہ نتائج کو اُردو زبان کی بنیادی فرہنگ اور لغات میں شامل ذخیرہ الفاظ سے متعلق مرتب کی گئی فہرستوں سے موازنہ کرتے ہوئے ممکنہ حاصل ہونے والے نتائج کا مماثلت کی بنا پر از سرِ نو جائزہ لیا گیا۔

*Hindee Story Teller*: فورٹ ولیم کالج کی نمائندہ تصنیف

فورٹ ولیم کالج کلکتہ سے ۱۸۰۶ء میں شائع ہونے والی اس کتاب میں کُل ۱۰۸ نقلیات (Tales) درج کی گئی ہیں جن کا اصل متن اُردو زبان میں تھا جبکہ گل کرسٹ کی جانب سے شعوری طور پر یہ کتاب رومن، دیوناگری اور فارسی رسم الخط میں چھاپی گئی ہے، یہاں اس بات کی وضاحت بھی ضروری ہے کہ چونکہ اس کتاب کا رومن متن گل کرسٹ نے از خود فارسی رسم الخط سے رومن میں ترجمہ کیا تھا اس بنا پر اُس نے (Post-script) میں خود کو Compiler لکھا ہے[۱۲] اس کتاب کے پہلے ۳۵ صفحات رومن رسم الخط، درمیانی ۲۴ فارسی جبکہ آخری ۴۹ دیوناگری متون پر مشتمل ہیں۔ فارسی رسم الخط پر مشتمل ۱۰۸ نقول میں سے ۵۰ نقلوں میں ضرب الامثال کا استعمال کیا گیا ہے جن میں سے ۴۴ خالص اُردو، ۹ ہندی، ۲ پنجابی اور ۵ فارسی زبان کی ہیں۔ فارسی رسم الخط کی ۸ نقول میں فارسی کی عبارات اور اشعار کا استعمال ہوا جبکہ ایک نقل میں عربی کے دو مقولے بھی شامل ہیں جن کا اُردو زبان میں ترجمہ کر دیا گیا ہے تاہم بیشتر نقول کو عام فہم اور روزمرہ سے قریب تر رکھنے کے لیے حکایات، چٹکلوں اور لطائف کی مدد لی گئی ہے۔ رومن متن کے بعد ۵ صفحات پر مشتمل گل کرسٹ کی جانب سے لکھا گیا اختتامیہ (Post-script) درج ہے۔ کتاب کے آخر میں ایک غلط نامہ (Errata)، ہندستانی، دیوناگری، فارسی اور عربی حروفِ تہجی (Alphabets) کے نقشہ جات جبکہ آخر میں فورٹ ولیم کالج کی بیضوی مہر ثبت کی گئی ہے۔ فارسی رسم الخط کا متن نستعلیق ٹائپ میں تحریر کردہ ہے۔

تاہم فارسی رسم الخط کے متن میں چند ایک نقائص کو بھی لسانی نقطہ نظر سے دیکھا گیا ہے مثلاً دو لفظوں کو غیر ضروری طور پر آپس میں مدغم کر دیا ہے جیسے ’’ آدمیونسے‘‘ (آدمیوں سے)، ’’جھونپڑیکو‘‘ (جھونپڑے کو)، ’’سپاھیونمیں‘‘ (سپاہیوں میں)، ’’ھندوستانمیں‘‘ (ہندوستان میں)، ’’ماہ بماہ‘‘ (ماہ بہ ماہ) وغیرہ[۱۳]۔ ان نقلیات میں جملوں میں خبر، صفت، موصوف، مضاف، مضاف الیہ کی اُلٹ ترتیب جبکہ حرفِ

جار کا ترک بھی کہیں کہیں دیکھنے کو ملتا ہے۔تاہم اعراب کے استعمال میں خاص اہتمام اور التزام دیکھنے میں آتا ہے تاکہ تلفظ کی وضاحت میں کسی قسم کی دقت کا سامنا نہ ہو جیسے''قصّاقوں''،''کتّے''،''ہُنَر''،''اتّفاقاً''،''مُتفّق''،''معلّم'' وغیرہ۴۔روزمرہ کے استعمال کے مطابق جملوں یا لفظوں کی ترتیب کو بدل کر عام بول چال کی زبان سے قریب تر لانے کی شعوری کوشش کی گئی ہے جیسے''عورت بیوقوف''،''نیت میری بخیر''،''عورت دولت مند''،''ایک نے ایک سے'' وغیرہ۵۔جہاں جہاں ممکن ہو سکا سنسکرت، فارسی اور عربی زبان کے محاورات و کہاوتیں بھی استعمال میں لائی گئی ہیں اور اکثر جگہوں پر موقع کی مناسبت سے برمحل روزمرہ کے استعمال کا بھی التزام کیا گیا ہے جیسے''استغفراللہ!''،'' سبحان اللہ''،''خداوند''،''ائے وائے وائے''،''جہاں پناہ''،''عالم پناہ''،''قبلہ عالم''،''ائے عزیز''،''مہاراج''،''باپ نماری پیدڑی بیٹا تیز انداز''،''کہ پادشاہِ جہاں راجہاں بکار آید''،''مہابلی! گُن کا کچھ دوس نہیں''،''یہہ مت کی چوّک ہی''، وغیرہ۶۔ان نقول میں زبان کو خاص طور پر سادہ، سہل اور روزمرہ ومحاورے سے قریب تر رکھا گیا ہے۔۷۔فارسی رسم الخط پر مشتمل ان نقلیات میں خاص طور پر کثرت کے ساتھ مُرادفات کا بھی التزام دیکھنے میں آتا ہے جیسے''عدل۔عدالت۔انصاف''،دولت۔روکڑ''،عمدہ۔امیر۔دولتمند'' محتاج۔غریب۔کنگال۔مفلس''،''دانا۔عقلمند''،''خفا۔ناخوش۔برھم۔آمم آزردہ۔رنجیدہ۔چیں بہ چیں''،''اچھنبا۔تعجب''، قیمت۔مول''،''شکم۔پیٹ''،''فقیری۔گداگری''،''خوب۔اچھا۔بہتر'' وغیرہ۸۔اس کتاب میں شامل فارسی رسم الخط متن میں سے بیشتر نقول میں ہم معنی یا قریب المعانی لفظوں کا استعمال زیادہ کیا گیا ہے جبکہ اس کے ساتھ ہی ساتھ محاورات،ضرب الامثال اور سادہ و سہل اسلوبِ نگارش کی مدد سے کم سے کم الفاظ میں زیادہ سے زیادہ معنویت پر زور دیا گیا ہے۔

فارسی رسم الخط پر مشتمل متن جس میں کُل ۱۰۸'نقلیات' ہیں اس میں سے بلا تخصیص ایک تہائی یعنی کُل ۳۶نقول جن میں سے ہر۱۲، ابتدائی، درمیانی اور آخری نقول کو لسانی تقسیم کے لیے تجویز کیا گیا ہے۔اس لسانی مطالعے میں اس کتاب کی کل ۱۰۸نقول میں سے ایک تہائی یعنی جن ۳۶نقول کو اسماء اور افعال کی مدد سے لسانی تقسیم سے گزارا گیا اس کے نتائج کچھ یوں ہیں:

**Categorization of the words used in Hindee Story Teller,Published by Fort Willam College in 1806**

| Book Name | Hindi | Arabic | Farsi | Turki | Total | Abrani |
|---|---|---|---|---|---|---|
| Hindee Story Teller | 635 | 204 | 226 | 2 | 1067 | |
| | **635** | **204** | **226** | **2** | **1067** | |
| | **59.51** | **19.12** | **21.2** | **0.19** | **100** | Percentage |

*Hindee Story Teller* سے منتخب اس ایک تہائی مواد کی مذکورہ زبانوں میں تقسیم کے دوران کل ۱۰۶۷اسماء اور ۲۴۸افعال کا مطالعہ کیا گیا اور یہ اعداد و شمار سامنے آئے کہ کل ۱۰۶۷اسماء میں سے ۶۳۵ ہندی، ۲۰۴عربی، ۲۲۶فارسی اور ۲اسم ترکی زبان کے جبکہ ۲۴۸افعال کا تعلق ہندی زبان سے تھا جس کی شرح ۱۰۰فی صد ہے۔

اس مطالعے میں ہندی کے علاوہ کسی اور زبان کا کوئی فعل استعمال میں نہیں آیا ماسوائے 'فرمانا' کے اور اس کو بھی 'نا' کو سامنے رکھتے ہوئے ہندی فعل ہی تسلیم کیا گیا۔اس کے علاوہ ترکی زبان کے لفظ''قدغن'' اور''قزاق''،عبرانی کا''ابراہیم'' ہوئے تاہم قدیم سنسکرت کے دو

الفاظ ''گائن اور کاڑا'' استعمال ہوئے جنہیں بھی ہندی ہی تسلیم کرلیا گیا[9]۔اس لسانی جائزہ میں یہ بات سامنے آئی کہ اس کتاب میں ہندی الفاظ کی شرح تناسب تقریباً ۶۰ فی صد، عربی ۱۹، فارسی ۲۱ جبکہ ترکی ۰.۲ فی صد رہا۔اس لسانی تقسیم میں ہندی زبان غالب، فارسی دوسرے نمبر پر، عربی تیسرے اور ترکی زبان سب سے آخر میں رہی۔تاہم مزید وضاحت اور نمونے کے طور پر مذکورہ کتاب *Hindee Story Teller* سے یہ اقتباس ملاحظہ ہو:

''ایک شخص بادشاہ کے عین قلعے کے نیچے لوٹا گیا۔ اس نے بادشاہ کی خدمت میں عرض کی کہ

[H] [H] [A] [H] [F] [H] [F][H] [H] [HV] [H] [H] [A] [A] [H] [H] [F] [A] [H]

جہاں پناہ! مجھے قزاقوں نے حضور کے قلعے کی دیوار کے نیچے لوٹ لیا۔ بادشاہ نے فرمایا کہ تو

[H][H][F] [H] [F] [HV] [H] [H] [H] [F] [H] [A][H] [A] [H] [T] [H] [F]

ہوشیار کیوں نہ رہا؟ بولا کہ غلام کو معلوم نہ تھا کہ حضرت کے زیر جھروکے مسافر لوٹے جاتے

[HV] [A] [H] [H] [F] [H] [A] [H] [A] [H] [A] [HV] [HV] [F] [H] [F]

ہیں۔ بادشاہ نے کہا ''کیا تو نے یہ مَثل نہیں سنی؟ چراغ کے نیچے اندھیرا۔'' (۱) [HV]

[H] [H] [H] [F] [HV][H] [A] [H] [H] [H] [HV][H] [F] [H]

مذکورہ متن (text) میں کُل ۱۵۹ اسماء اور ۱۸ افعال استعمال ہوئے جس میں ہندی زبان کے اسم ۳۶، عربی کے ۱۱ جبکہ فارسی زبان کے ۱۲ ہیں۔تاہم اس متن میں استعمال ہونے والے تمام کے تمام ۱۸ افعال ہندی زبان کے ہیں۔اس لسانی جائزے کو اگر شرح تناسب کے لحاظ سے دیکھا جائے تو ہندی زبان کے اسماء ۶۱ فی صد، عربی کے ۱۸ جبکہ فارسی زبان کے اسماء ۲۰ فی صد ہیں۔مذکورہ لسانی نتائج کے مطابق ہندی زبان غالب، فارسی دوسرے اور عربی زبان تیسرے نمبر پر آتی ہے۔

## شمالی ہند کی نمائندہ 'نوطرزِ مُرصّع' غالب فارسیت کا عملی اظہاریہ

فورٹ ولیم کالج کلکتہ سے ۱۸۰۶ء میں شائع ہونے والی بنیادی کتاب *Hindee Story Teller* کے تعارف اور لسانی تجزیے کے بعد ضروری معلوم ہوتا ہے کہ اس کتاب کی اشاعت سے قبل اٹھارویں صدی کے آخری ربع میں شمالی ہند سے ایک مشہور تصنیف 'نوطرزِ مُرصّع' از میر محمد حسین عطا خاں تحسین ۱۷۷۵ء کا لسانی جائزہ لیا جائے[10]۔یہ کتاب فارسی کے مشہور 'قصہ چہار درویش' کا ہندی میں ترجمہ ہے جس کو شمالی ہند میں اُردو نثر کی سب سے پہلی باقاعدہ کتاب کا درجہ حاصل ہے۔

اس قصہ کے مآخذ سے متعلق حافظ محمود شیرانی نے 'مقالاتِ شیرانی' میں لکھا ہے کہ 'نوطرزِ مُرصّع' چار درویشوں کا مشہور قصہ ہے جو کہ دراصل پہلے فارسی میں لکھا گیا جس کے قدیم مئولفین حکیم محمد علی مخاطب بہ معصوم علی خاں اور انجبؔ ہیں جن کا ذکر مصحفیؔ نے اپنے تذکرہ 'عقدِ ثریا' میں بھی کیا ہے۔[11]

اسی باب میں ڈاکٹر مولوی عبدالحق نے باغ و بہار از میر امن دہلوی ۱۸۳۹ء کا ماخذ بھی 'نوطرزِ مُرصّع' از میر محمد حسین عطا خاں تحسین ۱۷۷۵ء کو ہی قرار دیا ہے جبکہ اسی طرح کی بات کا تذکرہ 'باغ و بہار' از میر امن دہلوی کے دیباچہ میں ڈاکٹر جان گل کرسٹ نے کیا ہے جبکہ ڈنکن فاربس کی مرتبہ کتاب کی چوتھی اشاعت جو لندن سے ۱۸۰۶ء میں سامنے آئی اس میں بھی اسی بات کا اعادہ کیا گیا ہے۔اس سے قبل Lewis Ferdinand Smith نے ۱۸۱۳ء میں 'باغ و بہار' کا انگریزی ترجمہ کیا جو کہ ۱۸۴۶ء میں کلکتہ سے شائع ہوا اس کے تقدمہ (Proem) میں بھی اسی بات کا ذکر کیا گیا ہے[۱۲]۔ اقتباس ملاحظہ ہو:

"The Bagh O Bahar,compiled (for the use of the mighty king of England) by Meer Umman of Dhailee from the Nauterz Morussa which was translated by Uta Houssain Khan,from the Persian tale of the Four Durwesh,at the desire of Mr.John Gilchrist,may ever be great!"(2)

چونکہ اس مقالے کا مقصد محض لسانی خصوصیات جانچنا ہے لہذا ہم اس کی تاریخی اہمیت اور تقدیم و جواز کی بحث میں شامل نہ ہوتے ہوئے محض اس کے اسلوبِ بیان پر توجہ کرتے ہیں۔اٹھارویں صدی کے آخر میں چونکہ زبان و بیان کا معیار و مرتبہ فارسی انشاء پردازی کے تابع تھا لہذا اُس عہد کی اکثر تصانیف میں پُر تکلف عبارت آرائی، تشبیہ واستعارے کی کارفرمائی اور صنائع لفظی و معنوی کا خاص التزام دیکھنے میں آتا ہے اس لیے 'نوطرزِ مُرصّع' بھی اس خاص کیفیت سے دوچار نظر آتی ہے۔تاہم اس عہد میں محمد حسین عطا خاں تحسینؔ کا ہندی کی اہمیت کو تسلیم کرنا بہرحال ایک انقلابی قدم تھا۔اب ہم اس کتاب سے لیے گئے اقتباس کی لسانی خصوصیت کی جانب آتے ہیں جو مذکورہ کتاب سے متعلق نتائج پر مشتمل ہے:

| Book Name | Hindi | Arabic | Farsi | Turki | Total | Abrani |
|---|---|---|---|---|---|---|
| Nau Tarz-e-Murassah | 30 | 64 | 73 | 0 | 167 | |
| | 30 | 64 | 73 | 0 | 167 | |
| | 17.96 | 38.32 | 43.7 | 0 | 100 | Percentage |

'نوطرزِ مُرصّع' از میر محمد حسین عطا خاں تحسین ۱۷۷۵ء کی لسانی تقسیم کے دوران یہ نتائج ہمارے سامنے آئے کہ منتخب متن میں کل ۱۶۷ اسماء اور ۹ افعال استعمال ہوئے۔اس لسانی زُمرہ بندی میں یہ بات دیکھنے میں آئی کہ ان اسماء میں سے ہندی کے ۳۰، عربی کے ۶۴ اور فارسی زبان کے اسماء کی تعداد ۷۳ ہے۔مذکورہ متن میں استعمال ہونے والے تمام کے تمام افعال ہندی زبان کے ہیں۔مذکورہ متن کو اگر شرح تناسب کے حوالے سے دیکھا جائے تو اس میں ہندی الفاظ کی شرح تقریباً ۱۸ فی صد، عربی کی ۳۸ اور فارسی کی ۴۴ فی صد ہے۔

'نوطرزِ مُرصّع' کی لسانی زمرہ بندی کے نتائج کے مطابق فارسی زبان غالب، دوسرے نمبر پر عربی اور تیسرے پر ہندی کا نمبر آتا ہے۔تاہم مزید وضاحت کے لیے مذکورہ کتاب 'نوطرزِ مُرصّع' سے یہ اقتباس ملاحظہ ہو:

''میں نے دیکھا کہ بادشاہ اوپر تخت کے بیٹھا ہے۔ پنجرہ جوان کا لاکر حاضر کیا اور

[H][H] [A] [HV] [H][H]   [A]   [H]  [H] [H]  [H]   [F]   [H]   [F] [H] [HV]   [H] [H]

با د شا ہ ہزا د ی شمشیر بر ہنہ لیے وا سطے قتل اُ و س سر گشتہ کے آ ئی ا و ر اُ س فر ہا د نا شا د

[F]  [F]   [H]  [H]   [HV] [H]  [F]  [H]   [A]   [H] [H]  [F]  [F]   [F]   [F]

خا نہ بر با د کو پنجر ے سے با ہر نکا لا ا و ر و ہ شیر یں شمشیر آ ہیختہ کیے ما نند جلا د کے پُر متصل

[A]  [H]  [A]  [F]  [F] [H] [F]   [F] [H]   [H] [H] [HV]   [H]  [H]   [H]   [H] [F] [F]

پہنچی ۔ چشم چا ر ہو تے ہی تلوا ر ہا تھ سے ڈ ا ل کر نہا یت ا شتیا ق ا و ر تپا ق سے گلے لپٹ

[HV][H][H]  [F]  [H]   [A]   [H]  [H] [H] [HV] [H]  [H] [H]  [H]  [HV][F]  [F]  [HV]

گئی ۔ ( ۳ )

نوطرزِ مُرصَّع‘ سے منتخب کیے گئے اس اقتباس میں کل ۱۶۱ اسماءاور ۱۸ افعال کا استعمال ہوا۔اس اقتباس کی لسانی تقسیم میں یہ بات سامنے آئی کہ کل ۱۶۱ اسماء میں سے ۳۷ ہندی، ۶ عربی اور ۱۸ کا تعلق فارسی سے ہے جبکہ اس اقتباس میں کُل ۱۸ افعال استعمال ہوئے جو کہ تمام تر ہندی زبان کے ہیں۔اس لسانی تقسیم کو اگر شرح فی صد کے تناظر میں دیکھا جائے تو ۶۰ فی صد ہندی، ایک فی صد عربی اور ۲۹ فی صد الفاظ کا تعلق فارسی زبان سے ہے۔مذکورہ کتاب سے منتخب متن کے نتائج کے مطابق ہندی زبان غالب، دوسرے نمبر پر فارسی اور تیسرے نمبر پر عربی زبان رہی۔

عجائب القصص از شاہ عالم ثانی، مغل بادشاہ کی تصنیف: سادگی وسلاست سے مزین مغلیہ عہد کی اولین داستان

اس لسانی مطالعے میں اب ہم شمالی ہند سے اٹھارویں صدی کی آخر میں شائع ہونے ایک انتہائی اہم داستان ’’عجائب القصص‘‘ از شاہ عالم ثانی کو شامل کرتے ہیں۔شمالی ہند کی نثری داستانوں میں ’نوطرزِ مُرصَّع‘ کے بعد ’عجائب القصص‘ قدیم نثری داستانوں کی فہرست میں دوسرے نمبر پر آتی ہے۔نوطرزِ مُرصَّع کی پُر تکلف عبارت آرائی کے بعد اس قدر سہل اور عام فہم زبان میں ایسی داستان کی تخلیق بذات خود ایک انفرادیت ہے۔یہ داستان ۱۲۰۷ ھجری مطابق ۹۳-۱۷۹۲ عیسوی خاندانِ مغلیہ کے چشم و چراغ ’شاہ عالم ثانی‘ کی ہے جو کہ فارسی اور اُردو میں آفتابؔ جبکہ بھاشا میں ’شاہ عالمؔ تخلص کرتے تھے۔مغلوں کا نمایاں سلسلہ جو کہ تیمور گورگان سے شروع ہوکر تیمور، بابر، اکبر، جہانگیر، اورنگزیب، شاہ عالم سے ہوتا ہوا آخری مغل بادشاہ بہادر شاہ ظفر پر اختتام پذیر ہوتا ہے۔

تاہم مغلیہ دورِ حکومت کی یہ بات ادبی حوالے سے بہت اہم ہے کہ تیمور، بابر، اکبر، جہانگیر، نور جہاں، شاہ جہاں، اورنگزیب، زیب النساء، داراشکوہ، جہاں آرا بیگم، عزیزالدین عالمگیر، شاہ عالم اور بہادر شاہ ظفر تک بے شمار مغل اولاد ادب کے دلدادہ تھے۔یہ داستان شاہ زادہ شجاع الشمّس اور ملکہ نگار کی داستان ہے جو کہ شاہ عالم ثانی نے انتہائی کرب و درد کے عالم میں اپنے چند متوسلین کی مدد سے بول کر لکھوائی کیونکہ غلام قادر روہیلہ نے شاہ عالم ثانی کو ۱۲۰۲ ھجری میں آنکھ میں سلائی پھروا کر نابینا کر دیا تھا۔شاہ عالم ثانی کی نثری دستیاب تصانیف میں ’دیوان فارسی‘، ’نادراتِ شاہی‘ اور ’عجائب القصص‘ شمالی ہند کی نثری تاریخ میں بے حد اہمیت کی حامل ہیں[۱۳]۔

۴ شمالی ہند کی اس نابغہ روزگار تصنیف 'عجائب القصص' کو لسانی مطالعے کی فہرست میں شامل کرنے کا مقصد اس کی تاریخی اہمیت کے ساتھ ساتھ زود فراموشی بھی ہے۔اس تاریخی تصنیف کا صرف ایک نسخہ پنجاب یونیورسٹی لائبریری، لاہور میں موجود ہے اور گزشتہ سوا دو سو سال میں صرف ایک بار مجلس ترقی ادب لاہور کی جانب سے جنوری ۱۹۶۵ء میں اسی نسخہ کی مدد سے اس کو شائع کیا گیا۔اب ہم اس کتاب کی لسانی تقسیم کے نتائج سے متعلق اپنی بات کو آگے بڑھاتے ہیں۔اس کے لیے درج ذیل گوشوارہ ملاحظہ ہو:

**Categorization of the words used in Ajaib- ul- Qasas by Shah Aalam Sani,Published in 1792-93**

| Book Name | Hindi | Arabic | Farsi | Turki | Total | Abrani |
|---|---|---|---|---|---|---|
| Ajaib-ul- Qasas | 39 | 77 | 93 | 0 | 209 | |
| | **39** | **77** | **93** | **0** | **209** | |
| | **18.66** | **36.84** | **44.5** | **0** | **100** | Percentage |

عجائب القصص کی اس لسانی تقسیم میں کُل ۱۲۰۹ اسماء اور ۱۲۸ افعال کا مطالعہ کیا گیا جس کے مطابق کُل اسماء میں سے ۳۹ ہندی، ۷۷ عربی اور ۹۳ فارسی زبان کے ہیں جبکہ تمام تر ۱۲۸ افعال کا تعلق ہندی زبان سے ہے۔اس لسانی تقسیم کو اگر شرح فی صد کے حوالے سے دیکھا جائے تو اس اقتباس میں ہندی تقریباً ۱۹ فی صد، عربی ۳۷ جبکہ ساڑھے ۴۴ فی صد فارسی اسماء استعمال کیے گئے ہیں۔مذکورہ کتاب کی لسانی زُمرہ بندی کے نتائج کے مطابق اس میں فارسی زبان غالب جبکہ عربی زبان دوسرے اور ہندی زبان تیسرے نمبر پر ہے۔تاہم تمام کے تمام افعال کا تعلق ہندی زبان سے ہے جس کی شرح سو فی صد ہے۔اس تصنیف کی لسانی خصوصیات کو مزید واضح طور پر دیکھنے کے لیے 'عجائب القصص' سے یہ اقتباس ملاحظہ ہو:

''ایک باغ رشک باغ ارم متصل شہر کے تھا، اس میں تیاری معرفت داروغہ فراش

[F] [F] [A] [F] [H][H] [H] [H] [F] [A] [F] [F] [F] [F] [H]

خانہ کے بھجوائی اور باغ بانوں کو احکام پہنچا کہ تیاری باغ کی اور آراستگی چمنوں کی

[H] [F] [F] [H][H] [F] [F] [H] [HV] [A] [H] [F] [F] [H] [HV] [H] [F]

بہ خوبی تمام کرنا۔ ہر ایک اھل کار در پے تیاری کے ہوئے۔ بعد کئی دن کے

[H] [H] [A] [HV] [H] [F] [F] [A] [H] [H] [HV] [A] [F]

داروغے نے عرض کی کہ عمر و دولت بادشاہ زادی کی دراز اور پاینده ھوجیو!

[HV] [F] [H] [F] [H] [F] [F] [F] [F] [H][H] [A] [H] [F]

بہ موجبِ ارشاد کے باغ تیار رہے۔ یہ سنتے ہی آسمان پری نے سواری یاد فرمائی اور

[H] [HV] [F] [F] [H] [F] [F] [H] [HV] [H] [H][F] [F] [H] [A] [A]

پیشتر اہل کاروں کو واسطے بندوبست زنانے کے اس باغ میں مع اسباب ضیافت کے

[H] [A] [A] [A] [H] [F] [H] [H] [F] [F] [A] [H] [A] [F]

بھیجا اور آپ سوار ہوئی اور کئی سو پری زاد ہمراہ لے کر داخل اس باغ کے

[H] [F] [H] [A][H][HV] [F] [F] [H] [H] [H][HV] [F] [H] [H] [HV]

ہوئی۔ تیاری اس باغ کی دیکھ کر جی میں فرحت حاصل کر کے داروغہ ءفراش خانہ

[F] [F] [F] [H] [A] [A] [H][HV] [H][H] [F] [H] [F] [HV]

اور داروغہ ء باغ کو خلعتِ فاخرہ مع سرپیچ جواہر مرحمت فرما کر فراشوں کو اور باغ

[F][H][H] [F] [H] [F] [HV] [A] [F] [F] [A] [A] [A] [H] [F] [F] [F] [H]

بانوں کو کئی لاکھ روپے انعام فرمائے‘‘(۴)

[HV] [A] [H] [H] [H] [H] [H] [F]

اس اقتباس کی لسانی زُمرہ بندی سے معلوم ہوتا ہے کہ اس میں کُل ۱۱۲۴ اسماء ہیں جن میں سے ۵۶ ہندی، ۲۱ عربی اور ۴۷ فارسی زبان کے ہیں جبکہ اس میں استعمال ہونے والے افعال کی تعداد ۱۴ ہے جو کہ تمام کے تمام ہندی زبان کے ہیں۔ اس اقتباس میں شامل اسماء کو اگر شرح فی صد کے حوالے سے دیکھا جائے تو اس میں ہندی تقریباً ۵۶، عربی ۲۱ اور فارسی زبان ۴۷ فیصد ہے جبکہ اس اقتباس میں مستعمل افعال سو فی صد ہندی زبان کے ہیں۔ اس اقتباس کی لسانی زُمرہ بندی کے نتائج سے معلوم ہوتا ہے کہ مذکورہ متن میں ہندی زبان غالب، فارسی زبان دوسرے جبکہ عربی زبان تیسرے نمبر پر ہے۔

توتا کہانی از حیدر بخش حیدری ، سنسکرت سے ماخوذ کہانی: مُرصع کاری اور سادگی کا نادر نمونہ

اٹھارویں صدی کی ابتدا میں جہاں اُردو نثر نے ہندوستان کی فضا میں سانس لینا شروع کیا وہیں دہلی اور اس کے گردونواح میں بھی اس زبان کے چلن کی بازگشت سنائی دینے لگی۔ یہ ایک تاریخی حقیقت ہے کہ اُردو زبان کا چلن اٹھارویں صدی میں ہو چکا تھا۔ شمالی ہند میں بالخصوص اور ہندوستان بھر میں بالعموم اہم تہذیبی، سیاسی، تاریخی اور تجارتی کمپنیوں میں یہ زبان ایک ٹھوس رابطے کی زبان کے طور پر بلا کسی شک و شبہ اور سیاسی و مذہبی حدود و قیود کے بولی اور سمجھی جاتی تھی۔ اٹھارویں صدی کی ابتدا میں کوئی نہیں جانتا تھا کہ اُردو، ہندی، ہندوستانی، بنگلہ، مراٹھی، تلگو، عربی، فارسی اور متحدہ ہندوستان کی دیگر زبانیں ہی نہیں محض زبانیں ہی نہیں بلکہ اپنی ایک منفرد اور جداگانہ تہذیبی شناخت رکھتی ہیں۔ آج بہ ظاہر ان زبانوں کی تاریخی اور تہذیبی اقدار و روایات الگ سہی مگر ان کی جڑیں کسی ایک مشترکہ زبان اور تہذیبی اقدار سے باہم جڑی ہوئی معلوم ہوتی ہیں۔ اس حقیقت کے از سرِ نو ادراک کے لیے اب ہم لسانی تقسیم کے اس عمل میں حیدر بخش حیدری کی جانب سے مرتب کردہ کتاب ’توتا کہانی‘ ۱۸۰۱ء کی جانب اپنی توجہ مبذول کرتے ہیں۔

اس کتاب کا پہلا ماخذ سنسکرت کی کتاب 'شک شپ تتی' ہے جس کا معانی ہے 'طوطے کی زبانی کہی گئی ستر کہانیاں'۔اس کتاب کے دو نسخوں میں پہلا مُرّصع (Ornatics) جبکہ دوسرا سادہ (Simplicitor) ہے۔ پہلے نسخہ مُرّصع کی مصنفہ 'چنتا منی بھٹ' جبکہ سادہ نسخہ 'سوتیا مبرجین' کا مرتب کردہ ہے۔مُرّصع نسخہ 'پنج تنتر' اور سنسکرت کتابوں سے ماخوذ جبکہ سادہ نسخہ میں 'قدیم پراکرت یا سنسکرت نظم' کو سامنے رکھا گیا ہے۔سنسکرت کے یہ دونوں نسخے کس زمانے میں تالیف ہوئے اس کے بارے میں کوئی حتمی تاریخ تو متعین نہیں کی جاسکتی تاہم یہ امکان غالب ہے کہ یہ نسخے بکرمی ۱۲۰۰ کے آس پاس ظہور میں آئے ہونگے۔سنسکرت کے ان نسخوں کی مدد سے مولانا ضیاء الدین بدایونی نے ۱۳۳۰ء میں اس کتاب کو فارسی زبان میں ترجمہ کیا اور اس نسخہ کا نام 'طوطی نامہ' تجویز کیا۔مولانا ضیاءالدین بدایونی عربی، فارسی کے ماہر ہونے کے ساتھ ساتھ سریانی زبان پر بھی خوب دسترس رکھتے تھے۔تاہم سنسکرت اور فارسی کے نسخوں میں دو اہم تبدیلیاں دیکھنے میں آئیں۔سنسکرت نسخہ کے ہیرو 'مدن سین' کا نام فارسی نسخہ میں 'میمون' اور ہیرو کے باپ کے نام 'ھردت' کو 'مبارک' اور ہیروئن 'پربھاوتی' کے نام کو فارسی نسخہ میں 'خجستہ' سے بدل دیا[۱۴]۔سنسکرت نسخہ میں قصے کا انجام 'طربیہ' جبکہ فارسی میں حزنیہ کیا گیا۔تاہم یہ بات بھی زیرِ نظر رہے کہ سنسکرت اور فارسی کے ان نسخوں کی مدد سے اس کے دیگر زبانوں میں نہ صرف ترجمے ہوئے بلکہ اصل ماخذ کی ستر کہانیاں بھی گھٹتی اور بڑھتی رہیں۔اس کتاب کے جو تراجم زیادہ زبان زدِ عام ہیں ان میں 'ابوالفضل کا طوطی نامہ'، غواصی کا طوطی نامہ'، ابنِ نشاطی کا طوطی نامہ' طوطی نامہ قادری' اور 'نسخہ ابوالفضل' کی ابتدائی ۳۵ کہانیوں پر مشتمل دکھنی ترجمہ مع فارسی متن (جس کے مصنف کا نام تا حال ندارد اور جو بلوم ہارٹ برٹش میوزیم میں موجود ہے۔) شامل ہیں۔زیرِ تحقیق نسخہ 'تو تا کہانی' حیدر بخش حیدری کی جانب سے فورٹ ولیم کالج سے ۱۸۰۱ء میں شائع کیا گیا جس کو بعدازاں مجلس ترقی ادب، لاہور کی جانب سے اکتوبر ۱۹۶۳ء میں مع مقدمہ محمد اسماعیل پانی پتی اور ڈاکٹر وحید قریشی از سرِ نو چھاپا گیا۔حیدری کی دیگر کتابوں میں جو انہوں نے فورٹ ولیم کالج سے تدوین، تالیف یا تخلیق کیں اُن میں 'تاریخ نادری'، 'تذکرہ گلشنِ ھند'، 'گلدستہ حیدری'، 'قصہ لیلیٰ مجنوں'، 'مثنوی ہفت پیکر' اور 'آرائشِ محفل' کسی تعارف کی محتاج نہیں ہیں[۱۵]۔تاہم لسانی تقسیم کی ذیل میں مذکورہ نسخہ کی مدد سے تیار کیا گیا گوشوارہ ملاحظہ ہو:

Categorization of the words used in To ta kahani by Haider Baksh Haidri,Published in 1801

| Book Name | Hindi | Arabic | Farsi | Turki | Total | Abrani |
|---|---|---|---|---|---|---|
| To ta kahani | 138 | 34 | 35 | 0 | 207 | |
| Total | 138 | 34 | 35 | 0 | 207 | |
| Percentage | 66.67 | 16.43 | 16.9 | 0 | 100 | Percentage |

'تو تا کہانی' از حیدر بخش حیدری سے منتخب متن کی لسانی زُمرہ بندی کے دوران میں کُل ۲۰۷ اسماء اور ۲۵ افعال کا مطالعہ کیا گیا جن میں سے ۱۳۸ اسماء ہندی، ۳۴ عربی اور ۳۵ فارسی زبان کے ہیں جبکہ تمام کے تمام افعال ہندی زبان پر مشتمل ہیں۔شرح فی صد کے حوالے سے دیکھا جائے تو تقریباً ۶۷ فی صد اسماء ہندی، ۱۶ عربی اور ۱۷ فی صد فارسی زبان کے الفاظ پر مشتمل ہیں جبکہ اس متن میں ہندی افعال سو فی صد استعمال ہوئے ہیں مذکورہ لسانی مطالعہ کے نتائج کے مطابق ہندی زبان غالب، فارسی دوسرے اور عربی زبان تیسرے نمبر پر نظر آتی

ہے۔تاہم لسانی زُمرہ بندی کی مزید وضاحت کے لیے مذکورہ کتاب سے یہ اقتباس ملاحظہ ہو جس میں اس نثری تصنیف کی بے شمار لسانی خصوصیات سامنے آتی ہیں:

’’ یہ با ت سنتے ھی خجستہ نے اُ سے پنجر ے میں سے نکا ل ، گر د ن مر و ڑ ، ا یک ٹا نگ پکڑ ا س ز و ر

[F][H][HV] [H] [H] [H] [H] [HV] [H][H] [H] [H] [H][H][F] [H] [HV] [H][H]

سے ز مین پر د ے پٹکا کہ ر و ح ا س کی آ سما ن کو پر و ا ز کر گئی ۔ ا و ر آ پ ا سی طر ح غصے میں بھر ی

[H][A] [A] [H] [H] [H][F] [H][H] [F] [H] [F] [H] [H] [A] [H][HV][HV][H] [F] [H]

تو تے کے پا س گئی ا و ر کہنے لگی ا ے تو تے ! کچھ حقیقت مینا کی د یکھی کہ و ہ ا بھی کیا تھی ا و ر کیا ھو

[H] [H][H] [H] [H] [H] [HV] [H][H][A] [H] [H] [H] [H] [HV][H] [H][H][H][H]

گئی ؟ ا س نے کہا جی د یکھی ، جو خا و ند ۱۶ سے بے ا د بی کر ے گا اُ س کا یہی حا ل ہو گا ۔ تب خجستہ

[F] [H] [H] [A][H][H] [H] [H] [HV] [F] [F] [H] [HV] [H][H] [HV] [H][H][H] [H]

خو ش ہو کر کہنے لگی کہ ا ے تو تے ! بہت د ن ہو ئے کہ میں نے مر د کی صو ر ت نہیں د یکھی ا و ر آ ج

[H] [H] [HV] [F] [A] [H][F] [H][H] [H] [HV] [H] [H][H][H][HV][HV][HV][HV][F]

ا یک با د شا ہ ز ا د ے نے مجھ کو بہ منت بلو ا یا ھے ۔ ا گر تو کہے تو ا س کے پا س ر ا ت کے و قت

[A][H] [H] [H] [H] [H][H][H] [F] [H] [HV] [H] [H] [H] [F] [F] [H]

جا ؤ ں ا و ر صبح ھو تے ھو تے ا پنی جگہ پر و ا پس آ جا ؤ ں ؟ ( ۵ )

[HV] [F] [H] [H] [H] [H] [H] [A] [H] [HV]

مندرجہ بالا اقتباس میں کُل ۱۰۸ اسماء اور ۱۹ افعال شامل ہیں۔ان اسماء میں سے ہندی زبان کے اسماء ۸۴، عربی ۸ اور فارسی کے ۱۶ اسماء استعمال ہوئے جبکہ تمام ۱۹ افعال ہندی زبان سے تعلق رکھتے ہیں۔شرح فی صد کے تناسب سے ہندی زبان کے اسماء تقریباً ۸۴ فی صد، عربی ۷ اور فارسی کے ۱۴ فی صد ہیں جبکہ اس اقتباس میں ہندی افعال کی شرح سو فی صد رہی۔تاہم اس لسانی زُمرہ بندی کے نتائج کے مطابق ہندی زبان غالب، دوسرے پر فارسی جبکہ تیسرے نمبر پر عربی زبان نظر آتی ہے۔

### ’آرائش محفل‘ از حیدر بخش حیدری اور شیر علی افسوس: فارسی داستان سے ماخوذ کہانی، زبان دانی کا شعوری اظہار

فورٹ ولیم کالج کے اسی پلیٹ فارم سے ایک اور کتاب ***Araish-i Mehfil of the Story of Hatim Taee*** ’آرائشِ محفل‘ از حیدر بخش حیدری ۱۸۰۵ء کلکتہ ☆۴ سے شائع ہوئی ۱۷۔ مذکورہ تصنیف فارسی قصہ حاتم طائی اور حُسن بانو کے سات سوالات سے متعلق ہے۔اس کا مقدمہ ڈاکٹر محمد اسلم قریشی نے بہ طور مرتب کے لکھا ہے۔مذکورہ کتاب مجلس ترقی ادب، لاہور کی جانب سے جولائی ۱۹۶۴ء کو شائع ہوئی۔یہ

ترجمہ بھی گل کرسٹ کی فرمائش پر اُردو زبان میں کیا گیا چونکہ اس ترجمے میں حیدر بخش حیدری نے اپنی موزونی طبع کے مطابق اخذ و اضافہ بھی کیا لہٰذا یوں یہ تصنیف تالیفی ترجمے کے زمرے میں آتی ہے۔ سید حیدر بخش حیدری نے کم و بیش گیارہ تصنیفات چھوڑی ہیں جن میں چھ داستانیں، ایک مثنوی اور باقی پانچ دیگر اصناف ادب سے متعلق ہیں۔ تاہم اُن کی نمائندہ تصانیف میں 'قصہ مہر و ماہ (جو کہ ایک طبع زاد داستان ہے)، مثنوی ہفت پیکر، گلشنِ ہند، قصہ لیلیٰ مجنوں، گلدستہ حیدری، توتا کہانی اور زیر تحقیق کتاب 'آرائشِ محفل' خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ اس ترجمہ کی سب سے اہم خوبی اس کا طرزِ نگارش ہے جس میں عام بول چال کا انداز، سادہ و سلیس جملے، فارسی کی چاشنی اور رنگین اسلوب اختیار کیا گیا ہے۔ فارسی کے زبان زد عام الفاظ و محاورات کو ہندی زبان میں گوندھ کر 'اردوئے معلیٰ' کا سا متوازن آہنگ اس تالیفی ترجمے میں جا بجا دکھائی دیتا ہے۔[۱۸] اس لسانی تحقیق کے لیے اس کتاب کو بھی زیرنظر رکھا گیا ہے جس کے نتائج کا گوشوارہ ملاحظہ ہو (٦):

Categorization of the words used in Ara'ish-e Mehfil by Haider Baksh Haidri,Published in 1805

| Book Name | Hindi | Arabic | Farsi | Turki | Total | Abrani |
|---|---|---|---|---|---|---|
| Ara'ish-e Mehfil | 118 | 54 | 62 | 0 | 234 | |
| Total | **118** | **54** | **62** | **0** | **234** | |
| Percentage | **50.43** | **23.08** | **26.5** | **0** | **100** | Percentage |

'آرائش محفل' از حیدر بخش حیدری سے جو اقتباس لسانی زُمرہ بندی کے لیے منتخب کیا گیا اس میں ۲۳۴ اسماء اور ۶۱ افعال ہیں جس میں سے ہندی زبان کے اسماء ۱۱۸، عربی کے ۵۴ اور فارسی زبان کے ۶۲ ہیں جبکہ تمام ۶۱ افعال کا تعلق ہندی زبان سے ہے۔ اس لسانی جائزہ کو اگر شرح فی صد کے تناظر میں دیکھا جائے تو اس میں ہندی زبان کے اسماء تقریباً ۵۰ فی صد، عربی ۲۳ اور فارسی کے ۲۷ فی صد ہیں جبکہ اس اقتباس میں سو فی صد ہندی افعال استعمال ہوئے ہیں۔ تاہم مذکورہ تصنیف کی لسانی زُمرہ بندی کے نتائج کے مطابق اس متن میں ہندی زبان غالب، فارسی دوسرے اور عربی زبان تیسرے نمبر پر نظر آتی ہے۔

فورٹ ولیم کالج کو بہ طورِ خاص اُردو نثر کے فروغ ایک بنیادی حیثیت حاصل رہی ہے۔[۱۹] اگرچہ اس کی ایک وجہ کالج کے پلیٹ فارم سے ہندوستانی زبان میں شائع ہونے والی بے شمار نادر مطبوعات ہیں۔ ان پیش قیمت تالیفات میں سے آرائشِ محفل' از شیر علی افسوس مطبوعہ ۱۸۰۸ء بلاشبہ ایک قابل قدر اور ادبی محاسن سے آراستہ کتاب ہے۔ شیر علی افسوس دسمبر ۱۸۰۰ء میں کلکتہ آئے اور سب سے پہلے گل کرسٹ کی فرمائش پر 'گلستانِ سعدی' کا فارسی سے اُردو میں ترجمہ کیا جو ۱۸۰۱ء میں مکمل ہوا اور ۲۱ اپریل ۱۸۰۲ء کو فورٹ ولیم کالج کی جانب سے 'باغِ اُردو' کے نام سے شائع ہوئی۔[۲۱] گل کرسٹ شیر علی افسوس کے اس کام سے بے حد خوش اور متاثر ہوئے اور یوں انہیں کالج کے شعبہ ترجمہ اور تالیف کا نگران بنا دیا۔ تاہم ۱۸۰۴ء میں گل کرسٹ کے استعفے کے بعد نئے انگریز افسر مسٹر مارنگٹن کی فرمائش پر اسی سال 'خلاصۃ التواریخ' مئولفہ سبحان رائے بھنڈاری بٹالوی کو کالج کونسل کی جانب سے '۱۱۰۷ ھجری تک کے واقعات' تک محدود رہتے ہوئے ترجمہ کرنے کا حکم دیا گیا۔ یہ کتاب چونکہ تاریخ سے متعلق تھی اس لیے اس تصنیف کے ترجمہ کے لیے شیر علی افسوس نے 'آئین اکبری'، 'ریاض السلاطین' اور 'سیر المتاخرین' کی مدد لی۔ تاہم شیر علی افسوس نے اس کے محض لفظی ترجمے پر ہی اکتفا نہیں کیا بلکہ بے شمار مقامات پر حذف و اضافے بھی کیے اور

اس ترجمہ کوزیادہ مفیداور جامع بنانے کے لیے سلیس، سادہ اور شگفتہ طرزِ نگارش کی بجا طور پر کوشش کی۔ ’خلاصۃ التواریخ‘ میں سبحان رائے نے عہد ھنود سے لے کر مغل حکمرانی کے آخری دور تک کے حالات قلم بند کیے تھے جبکہ اس کے برعکس شیر علی افسوس نے اس کا ترجمہ کرتے ہوئے راجا یدھشتر سے لے کر پرتھوی راج کے عہد تک کے حالات ہی اس کتاب میں لکھے اگرچہ وہ اسلامی عہد کی تاریخ پر بھی روشنی ڈالنے چاہتے تھے لیکن کالج کونسل کے حکم کے تابع یہ تاریخ صورت پذیر نہ ہوسکی۔ اس تالیفی ترجمہ میں شیر علی افسوس سے ھندوستان کے پرگنوں ،صوبوں اور شہروں وغیرہ کے تذکرے سمیت ھندوستان کے موسم، پیداوار، تہذیب اور معاشرت پر بھی سیر حاصل بحث کی ہے۔ تاہم ایک فرق جو’خلاصۃ التواریخ‘ اور اس کے ترجمہ ’آرائش محفل‘ میں سامنے آیا وہ یہ کہ اس ترجمے میں عبارت کی ترتیب ’خلاصۃ التواریخ‘ کے مطابق نہیں ہے البتہ جہاں جہاں مترجم نے اعتراض یا اختلاف کیا اس کی حواشی میں صراحت کر دی گئی ہے۔ اس کے ساتھ ہی یہ بات بھی اہمیت کی حامل ہے کہ مترجم کے زیرِ دسترس ترجمہ کے لیے ’خلاصۃ التواریخ‘ کا نسخہ مطبوعہ ۱۹۱۰ء دھلی ہی رہا۔ شیر علی افسوس شاعری میں میر سوؔز کے شاگرد تھے اور افسوسؔ تخلص کرتے تھے۔ ان کا طرز نگارش ہم عصر ادیبوں سے قطعی مختلف اور منفرد تھا۔ عربی اور فارسی الفاظ وکلمات کو ہندوستانی زبان کے سانچے میں اس ڈھنگ سے ڈالا کہ مختلف زبانوں کے محسنات کلام اس ایک ترجمے میں جمع ہوگئے۔ تاہم اسی بنیاد پر سید عابد علی عابد یہ کہنے پر مجبور ہوگئے کہ ’افسوس کی قوتِ بیان حیرت انگیز ہے اور یہ آزادؔ کے پیش رو ہیں۔ اس تالیفی وتخلیقی ترجمے کو ’آرائشِ محفل‘ کے نام سے لکھنے کا آغاز ۱۸۰۴ء میں ہوا جبکہ ۱۸۰۸ء مطابق ۱۲۲۳ ھجری میں فورٹ ولیم کے چھاپہ خانہ سے شائع ہوئی۔[۲۰]

اس کتاب ’آرائش محفل‘ از شیر علی افسوس مرتبہ کلب علی خاں فائق سے لسانی زُمرہ بندی کی وضاحت کے لیے یہ اقتباس ملاحظہ ہو جس میں صوبہ لاھور کی آب وہوا اور طرز معاشرت کی کچھ نمایاں جھلک با آسانی دیکھی جاسکتی ہے:

” حا صل یہ ھے کہ صو بہ لا ھو ر نہا خوش آ ب و ھوا و بہ مر تبہ فر حت ا فز ا ۔ گر میو ں میں و ھا ں

[H] [H] [F] [AF] [AF] [F] [F] [F] [F] [H] [H] [A] [H][H][H] [A]

گر می ا و ر سر د ی میں سر د ی ھند و ستا ن سے ز یا د ہ ۔ خر بو ز ہ ا نگو ر و ھا ں ما نند ا یر ا ن و تو ر ا ن

[A] [F] [F] [F] [H] [F] [F] [F] [H] [F] [H] [H][H] [H] [F]

ا و ر آ م مثل ھند و ستا ن ۔ چا و ل و ھا ں کا بنگا لے سے بہتر ا و ر گنّے د کھن سے ا علا تر ، ا کثر مد ا ر

[A] [A] [F] [A] [H] [H] [H] [H] [F] [H] [H] [H] [H] [H] [H] [F] [A] [H] [H]

ز ر ا عت آ ب چا ہ پر ؛ چنا نچہ تین سو سا ٹھ چھو ٹی بڑ ی لکڑ یا ں ا و ر سو سے کچھ ا و پر لو ٹے ر سو ں

[H] [H] [H] [H] [H] [H] [H] [H] [H] [H][H] [H] [F] [H] [F] [F] [A]

میں با ند ھ کر ا یک بڑ ا چر خ بنا تے ہیں ۔ ( ۷ )

[H][HV] [F] [H] [H] [H] [H] [H]

ہ

اس لسانی مطالعے کے لیے منتخب کردہ اقتباس میں اسماء کی کُل تعداد ۸۳ ہے جس میں ہندی زبان کے ۵۰، عربی کے ۸ اور فارسی کے ۲۵ اسم شامل ہیں جبکہ اس اقتباس میں صرف ایک فعل استعمال کیا گیا جو کہ ہندی زبان کا ہے۔ شرح فی صد کے حوالے سے اس اقتباس میں ہندی کے اسماء تقریباً ۶۰ فی صد، عربی کے ۱۰ جبکہ فارسی زبان کے ۳۰ فی صد الفاظ استعمال ہوئے ہیں۔ اس لسانی زُمرہ بندی کے لیے منتخب اقتباس کے نتائج کے مطابق ہندی زبان غالب، فارسی زبان دوسرے اور عربی زبان تیسرے نمبر پر نظر آتی ہے۔

'خرد افروز' اور اختتامیہ بہ عنوان 'رسم خطِ ہندی': گل کرسٹ کا متعارف کردہ املائی طریقہ کار اور 'اردو پن' کا جائزہ

اٹھارویں صدی میں ہندوستانی زبان میں جو ادب لکھا جا رہا تھا وہ بہ زبانِ اُردو تھا یا ہندی اور اس میں 'اُردو پن' لانے کے لیے جس قسم کی شعوری کوشش کی جا رہی تھی اس بات کو سمجھنے کے لیے ہمیں مذکورہ عہد کی تصانیف کو لسانی حوالے سے دیکھ رہے ہیں۔ اس مقصد کے لیے ہم اسی عہد کی ایک بے حد اہم نابغہ روزگار تصنیف 'خرد افراز از حفیظ الدین احمد' کا لسانی جائزہ لیتے ہیں اور دیکھتے ہیں کہ اس کتاب نے کس طرح اُس عہد میں ہندوستانی زبان کو سادہ و سلیس بنانے میں اپنا کردار ادا کیا۔ مذکورہ کتاب کی پہلی جلد مجلس ترقی ادب لاہور کی جانب سے اگست ۱۹۶۳ء جبکہ دوسری جلد دسمبر ۱۹۶۵ء میں شائع ہوئی۔ اس کتاب کا پُر مغز مقدمہ سید عابد علی عابد کی جانب سے تحریر کیا گیا ہے جو کہ ۶۸ صفحات پر مشتمل ہے۔ مذکورہ کتاب اصل میں سنسکرت زبان میں تھی جس کو بعد ازاں پہلوی اور پھر دُنیا کی بے شمار زبانوں میں ترجمہ کیا گیا جو 'کلیہ دمنہ' کے نام سے مشہور ہوئی۔ فورٹ ولیم کالج کی جانب سے یہ کتاب ۱۸۰۵ء میں شائع کی گئی۔ لندن میں اس کتاب کا جو نسخہ ۱۸۱۵ء میں شائع ہوا اس پر کپتان ٹی۔ روبک نے کلکتہ سے ۳۱ جولائی ۱۸۱۵ء کو ۴۴ صفحات پر مشتمل ایک دیباچہ لکھا اور ازسرِ نو اس کو شائع کرایا جسے کتاب کے آخر میں بہ طور 'تتمہ' کے شامل کیا گیا ہے۔

اس دیباچے کی تاریخی اہمیت سے کسی طور انکار نہیں کیا جا سکتا، جس کا اُردو ترجمہ پروفیسر افتخار احمد صدیقی نے کیا ہے۔ اسی کتاب کا تیسرا ایڈیشن بہت ہی اہتمام کے ساتھ ای۔ ویسٹ۔ ووبک نے ھارٹ فورڈ، لندن سے 'خرد نامہ' کے عنوان سے ۱۸۵۷ء میں بھی شائع کرایا۔ یاد رہے کہ یہ وہی کتاب ہے جس کا ایک حصہ ڈاکٹر گل کرسٹ نے اپنی کتاب 'بیاضِ ہندی' میں بھی شامل کیا ہے [۲۱]۔

خرد افروز کی پہلی جلد پانچ ابواب پر مشتمل ہے۔ پہلا باب بہ عنوان 'بزرجمہر کی گفتگو میں' جو اس کتاب سے مناسبت رکھتی ہے، دوسرا باب 'برزویہ طبیب کے احوال میں ۔۔۔ شروع قصہ رائے دابشلیم اور بید پائے حکیم کا'، تیسرا باب 'چغل خوروں کی بات نہ سُننے میں ۔۔۔ شروع قصہ کلیہ دمنہ کا'، چوتھا باب 'بدکاروں کی سزا پانے اور اُن کی عاقبت خراب ہونے میں' جبکہ پانچواں باب 'دوستوں کی یک دلی کے فائدوں میں'، کے عنوانات کے تحت بحث کئے گئے ہیں۔

'خرد افروز' کی جلد دوم میں باب ششم سے لے کر سولہ تک شامل ہیں۔ پہلا باب بہ عنوان: 'دُشمنوں کے کاروبارِ دُنیا کے سوچنے اور ان کے فریب سے نڈر رہنے میں'، دوسرا باب 'غفلت سے مقصد کھونے میں'، تیسرا باب 'شتابی کرنے کے زیان کے بیان میں'، چوتھا باب 'دور اندیشی سے اور فریب کر کے دشمن کے ہاتھ سے بچنے کے بیان میں'، پانچواں باب 'اہل کینہ سے پرہیز کرنے اور اُس کی چاپلوسی پر اعتماد نہ

کرنے میں‘، چھٹا باب ’گناہوں سے بخشنے میں جو بادشاہوں کے واسطے ایک اچھا وصف ہے‘، ساتواں باب ’بہ سبب زیادہ طلبی کے اپنے کام سے باز رہنے کے بیان میں‘، آٹھواں باب ’حلم و بردباری کی بزرگی اور کاموں میں جلدی نہ کرنے کے بیان میں‘، نواں باب ’احتراز کرنے میں بادشاہوں کے بے وفاؤں اور بداندیشوں سے‘، دسواں باب ’زمانے کی گردش کی طرف التفات نہ کرنے میں اس لیے کہ جو کچھ ہوتا ہے تقدیرِ الٰہی سے ہے‘، شامل ہیں۔ جلد دوم کے آخر میں ’رسم خطِ ہندی‘ پر ایک سیر حاصل گفتگو اور اس کے بعد سب سے آخر میں ’فرہنگِ الفاظ‘ کے عنوان سے کتاب میں شامل مشکل الفاظ کے معانی اور مترادفات درج کیے گئے ہیں۲۲۔

مذکورہ کتاب ’خرد افروز‘ از حفیظ الدین، جلد دوم کے آخر میں چار صفحات پر مشتمل ایک مضمون بہ عنوان ’رسم خطِ ہندی‘ درج ہے جس میں مصنف نے گل کرسٹ کے طرز املا اور طریقہ کار پر بحث کی ہے۔ اس مضمون میں مصنف نے یہ بتانے کی کوشش کی ہے کس طرح فورٹ ولیم کالج کے پلیٹ فارم سے گل کرسٹ نے ہندوستانی زبان کے لیے باقاعدہ ایک ’املائی نظام‘ متعارف کرایا جو بعد ازاں پورے ہندوستان میں رائج ہوا اور ہندوستانی زبان کے تمام اشاعتی ادارے اس طرز کے ’املائی نظام‘ کی پیروی کرنے لگے۔ مصنف نے اس مضمون میں جہاں گل کرسٹ کے قائم کردہ املائی نظام پر بات کی ہے وہیں اس بات کی جانب بھی توجہ دلائی ہے کہ صورتِ تحریر کے لیے گل کرسٹ نے ’ہندوستانی زبان‘ کے لیے جو طریقہ کار اختیار کیا وہ بے انتہا سادہ، عام فہم اور قابل عمل ہے۔ گل کرسٹ کی جانب سے ہندی زبان کو تحریر میں لانے کے لیے جو خط متعارف کرایا وہ ’خطِ نستعلیق‘ ہے۔ اس طریقہ تحریر پر عمل کرنے سے ’ہندوستانی زبان‘ کی ترویج اور ترقی میں خاصی مدد حاصل ہو سکتی ہے۔ یہ وہ زمانہ تھا جب زبان باقاعدہ کسی قواعد وضوابط کے تابع نہیں تھی اور نہ ہی اس کے رموز واوقاف یا باقاعدہ املائی نظام متعارف تھا۔

تاہم ایک بات اہم تھی اور وہ یہ کہ زبان کا ڈھانچہ کن کن الفاظ کو باہم ملانے یا نکال باہر کرنے سے بہترین استوار ہو سکتا ہے۔ اس باب میں یہ کہا جا سکتا ہے کہ زبان میں باقاعدہ قطع و برید کا عمل جاری تھا اور ’ہندوستانی زبان‘ میں عملی طور پر ’اُردو پن‘ کے ابتدائی اثرات نظر آنے لگے تھے۔ اس زمانے میں اگرچہ شعوری طور پر کوئی بھی ہندی یا اُردو کی تخصیص یا پرچار کا حامی نہیں تھا سوائے چند سیاسی اکابرین یا چند ایک گنے چنے مستشرقین کے۔ اس ابتدائی عہد میں بول چال اور انسانی ضرورتوں کی تکمیل کا کام ہی زبان سے لیا جا رہا تھا۔ اس کتاب سے درج ذیل اقتباس ملاحظہ ہو تاکہ ہم اپنے اس لسانی مطالعے کو مزید آگے بڑھا سکیں:

’’ایک کلمے کے حروف سوائے حرفِ علت ساکن بدون نشانِ فتحہ وسکون کے ہمیشہ مفتوح وساکن تلفظ میں رہیں گے، مگر جہاں نشانِ فتحہ ضرور ہوگا، دیا جائے گا۔۔۔۔۔۔ واو جمع کا ہمیشہ مجہول رہتا ہے، اس واسطے کوئی علامت اس کی مقرر نہیں کی مثلاً لڑکو، لڑکوں۔ یائے مشمومہ کے نیچے دو نقطے کھڑے کر دیے گئے تاکہ درمیان میں لفظ ’کیا‘ اور ’کیا‘ کے امتیاز ہو اور جو ھمزہ ملینہ مثل لفظ ’گھایل وغایب وآزمایش وغیرہ میں ہے، اسے بہ صورت یائے غیر منقوط مکسور کے لکھا اور اس کے اوپر ھمزہ بنایا جوں کھائل وغائب وآزمائش‘‘ (۸)

اس مثال سے یہ بات کسی حد تک واضح ہوتی نظر آتی ہے کہ زبان کو سادہ اور عام فہم بنانے کے لیے بہر حال نثر رواں اور قابل فہم ہو، نا کہ اس

میں سنسکرت، ہندی یا عربی و فارسی زبان کی تراکیب اور بندشیں استعمال کی جائیں۔ تاہم اس ضمن میں یہ بات اہمیت رکھتی ہے کہ کسی بھی زبان میں نثر لکھتے وقت اگر چھوٹے چھوٹے جملے ہی لکھے جائیں تو اس سے نہ صرف زبان کی تفہیم میں مدد ملے گی بلکہ اس سے بلاغت میں بھی آسانی ہوگی۔ اُس عہد کے ہندوستانی زبان کے ادب میں ایک اور بات جو فنی نقطہ نظر سے بے حد اہم ہے وہ یہ کہ نثر میں انگریزی زبان کے الفاظ بہت کم استعمال کیے جا رہے تھے تاکہ ہندوستان کا عام باشندہ اس زبان کو با آسانی اپنی روزمرہ زندگی میں سہولت کے ساتھ استعمال کر سکے۔ اس بات کی وضاحت بھی ضروری ہے کہ فورٹ ولیم کالج کے چھاپہ خانہ میں ہندی میں لکھی گئی تمام تصانیف میں کم و بیش 'خطِ نستعلیق' یا 'خطِ نسخ' کو ہی استعمال میں لایا گیا۔ تاہم مذکورہ عہد میں فورٹ ولیم کالج سے باہر بھی ہندی نظم و نثر کی تحریر کے لیے گل کرسٹ کا تجویز کردہ املائی نظام ہی استعمال کیا جاتا تھا۔ اس کی بنیادی وجہ سادگی و سلاست اور روزمرہ کے مطابق زبان کی ترویج تھی۔ اس رسم خطِ ہندی کی مزید وضاحت کے لیے 'خرد افروز' جلد دوم سے یہ اقتباس نلاحظہ ہو:

> ''بلی نے کہا 'نقل ہے کہ فارس ۲۳ کے کسی گاؤں کا ایک زمیندار زمانے کے حوادث سے تہی دست اور غریب ھو گیا تھا اور ھمیشہ فقر و فاقہ میں دن کاٹتا تھا؛ اگرچہ کشت و کار میں سلیقہ درست رکھتا تھا، پر تنگ دستی کے سبب افلاس میں اوقات بسری کرتا۔ اس کی جورو جو خوبی اور حُسن میں یکتائے عصر تھی، غریبی اور فلاکت کے مارے طعنے دینے لگی کہ کب تک گھر کے کونے میں بیٹھا رہے گا؛ بہتر یہ ہے کہ تو گھر سے نکل کر تلاش اور دوڑ دھوپ کرے، شاید روزی کا دروازہ کھلے۔ کسان نے کہا جو کچھ تو کہتی ہے تیرے حق بہ جانب ہے اور سچ کہتی ہے۔ ایک عمر میں نے اس ملک میں ریاست سے کاٹی ہے اور اس گاؤں کے اکثر لوگ میرے مزدور تھے، اب مجھ سے سوائے مزدوری کے کوئی کام بن نہیں آتا اور اپنے مزدوروں کی مزدوری کا ننگ اُٹھا نہیں سکتا۔ اگر تو کہے تو اس ملک سے نکل جاؤں کہ سفر میں اگر مزدوری بھی کروں تو کچھ شرم نہیں'' (۹)

اس اقتباس میں گل کرسٹ کے وضع کردہ املائی نظام کی واضح صورت دیکھنے میں آتی ہے۔ مذکورہ متن میں با آسانی دیکھا جا سکتا ہے کہ 'نون مغنونہ' اور 'نون اظہار' کی قدیم صورت کو ہی برقرار رکھا گیا ہے جیسے 'گاؤں' اور 'حُسن' وغیرہ کا استعمال۔ اسی طرح 'یائے مشمومہ' کے نیچے دو نقطے کھڑے کر دیے تاکہ امتیاز برقرار رہے مثلاً 'شاید' اور ھمزہ ملینہ کا امتیاز بھی برقرار رکھا جیسے 'سوائے' وغیرہ۔ اگرچہ اس املائی نظام میں تیرہ حُروفِ ناگری میں سے دو چشمی 'ھ' کو برقرار رکھا گیا ہے جیسے 'ھمیشہ'، 'ھو' وغیرہ تاہم موجودہ فارسی، عربی رسم الخط میں اس 'ھ' کو 'ہ' سے بدل دیا گیا ہے جیسے 'ہمیشہ' اور 'ہونا' وغیرہ۔ اس کے ساتھ ہی یہ بات بھی اہم ہے مذکورہ عہد میں ہندی زبان کی نظم و نثر پر مشتمل تصانیف میں بھی گل کرسٹ کے ہی اس املائی نظام کو برتا گیا تاکہ ہندی زبان کا قاری کسی قسم کی مشکل محسوس نہ کرے اور رسم خطِ ہندی سے آشنا رہے۔ فورٹ ولیم کالج کے پلیٹ فارم سے شائع ہونے والی کتاب 'خرد افروز' کی اشاعت پر اس کے مترجم کو نہ صرف کالج کونسل کی طرف سے چھ سو روپے انعام دیا گیا ۲۴ بلکہ گل کرسٹ نے یہ اہتمام بھی کیا کہ 'رسم خطِ ہندی' کے عنوان کے تحت ہی اس مضمون کو کتاب کے آخر

میں شامل کر کے چھپوایا تا کہ اس خلاصے کی مدد سے ہندی زبان کا قاری با آسانی سہل اور سلیس زبان لکھنے پر قدرت حاصل کر سکے۔ اس بات کی مزید وضاحت کے لیے یہ اقتباس ملاحظہ ہو:

> ’’ملا رنامی ایک راجا ھندوستان کی حکومت کرتا تھا اور عنایت الٰہی شامل حال اس کے تھی؛ زمانہ اس کے تابع تھا۔ ایک شب سات مرتبہ سات خواب پریشاں دیکھے اور بد باطن، بدذات برھمنوں کو نیک کردار جان کر خوابوں کو ان سے بیان کیا۔‘‘ (۱۰)

اس اقتباس میں بھی گل کرسٹ کے ہی املائی نظام کو با آسانی دیکھا جا سکتا ہے۔ جیسے یائے شوشہ دار کے نیچے نقطہ اور یائے دامنی کو بے نقطہ لکھا گیا ہے جیسے ’عنایت‘ میں یائے کے نیچے نقاط کا استعمال جبکہ ’نامی‘ یائے دامنی کو بے نقطہ رکھا گیا ہے۔ اسی طرح ہر وہ لفظ جس میں آواز یا صوت دراز ہو اس پر بھی ایک خنجری زبر لگا دیا تا کہ درازی قد کی با آسانی وضاحت ممکن ہو سکے۔ مذکوہ بالا اقتباس میں لفظ ’الٰہی‘ میں خنجری زبر کا استعمال اس کی واضح مثال ہے۔ مذکورہ بحث کا مقصد اس بات کی وضاحت کرنا بھی تھا کہ ’’قواعد زبانِ اُردو‘‘ مشہور بہ رسالہ گل کرسٹ میں بھی گل کرسٹ نے ہندی زبان کو قابل فہم اور سادہ و سلیس بنانے کے لیے اسی قسم کے اقدامات تجویز کیے گئے تھے جن کی عملی صورت فورٹ ولیم کالج کے پلیٹ فارم سے شائع ہونے والی تمام تصانیف میں با آسانی دیکھی جا سکتی ہے۔

## ’فسانہ عجائب‘ از رجب علی بیگ سرورؔ، لکھنوی عہد کی ترجمان

اب ہم لسانی زُمرہ بندی کے لیے ایک اور قابل قدر کتاب ’فسانہ عجائب‘ ۱۸۴۳ء از رجب علی بیگ سرورؔ کو شامل کرتے ہیں۔ یہ کتاب اُردو کی تین اہم طبع زاد داستانوں میں خاصی اہمیت کی حامل ہے۔۲۵ رفیع الدین ہاشمی کی تحقیق کے مطابق اس کے مآخذات میں سحرالبیان، سب رس، مثنوی پدماوت، توتا کہانی، حاتم طائی، بوستانِ خیال، گُل بکاؤلی، پھول بن، بہار دانش، داستانِ امیر حمزہ اور اس عہد کی دیگر بے شمار تصانیف ہیں۔ اس کتاب کی پہلی باقاعدہ اشاعت تالیف کے اُنیس برس کے بعد عمل میں آئی اور بعد از تالیف اس کی مقبولیت میں روزافزوں اضافہ ہوتا چلا گیا۔ اس طبع زاد داستان کی مقبولیت کا اندازہ اس بات سے با آسانی لگایا جا سکتا ہے کہ اس کے نہ صرف بارہ ایڈیشن شائع ہوئے بلکہ پنڈت رام رتن جیپئی نے ۱۷۷۵ء میں اس کا ہندی ترجمہ ’اپواو چرتر‘ کے عنوان سے جبکہ عزیز صفی پوری نے اس کا فارسی میں ’منظوم ترجمہ‘ بارہ ہزار اشعار کی صورت میں نظم کیا۔۲۶ فسانہ عجائب کے دیباچے میں لکھنو کی طرز معاشرت، اس عہد کی زبوں حالی اور لکھنو جیسے زندہ شہر کو ’شہر خموشاں‘ جیسے عنوانات پر بحث کی گئی ہے جبکہ اس کا پلاٹ عام داستانوں کی طرح گنجلک ہے تاہم اس میں ضمنی قصّے، مافوق فطرت عناصر اور زمان و مکان کا تصور اس کی قبولیت کے اسباب ہیں۔ اس داستان میں رجب علی بیگ سرورؔ نے لکھنوی طرزِ اسلوب اختیار کیا ہے جبکہ کرداروں کے مابین مکالمہ نگاری اس کی نفسیاتی رمز شناسی کی جانب ایک اشارہ ہے۔ اس کتاب کی لسانی اہمیت کی جانچ کے لیے اس کے نسخہ فسانہ عجائب با تصویر، مطبع منشی نول کشور، لکھنو، کتب خانہ انجمن ترقی اُردو، دھلی، سن ۱۸۲۵ء کی مدد سے بنایا گیا یہ گوشوارہ ملاحظہ ہو:

**Categorization of the words used in Fasana -e Aja'ib by Rajab Ali Baig Surur,Published in 1825**

| Book Name | Hindi | Arabic | Farsi | Turki | Total | Abrani |
|---|---|---|---|---|---|---|
| Fasana -e Aja'ib | 104 | 61 | 39 | 0 | 204 | |
| Total | 104 | 61 | 39 | 0 | 204 | |
| Percentage | 50.98 | 29.9 | 19.1 | 0 | 100 | Percentage |

مذکورہ بالا کتاب کی لسانی زُمرہ بندی کی جانچ کے بعد مرتب کردہ گوشوارہ کے مطابق اس اقتباس میں کُل ۲۰۴ اسماء اور ۳۲ افعال کا جائزہ لیا گیا۔ جس کے مطابق کُل ۲۰۴ اسماء میں سے ۱۰۴ ہندی زبان، ۶۱ عربی اور ۳۹ فارسی زبان کے ہیں جبکہ تمام کے تمام ۳۲ افعال ہندی زبان کے استعمال ہوئے ہیں۔ شرح فی صد کے تناظر میں دیکھا جائے تو اس لسانی تقسیم میں ہندی زبان کے تقریباً ۵۱ فی صد، عربی ۳۰ اور فارسی زبان کے ۱۹ فی صد اسماء شامل ہیں جبکہ ہندی افعال کی شرح سو فی صد ہے۔ تاہم اس لسانی زُمرہ بندی کے نتائج میں ہندی زبان غالب، عربی زبان دوسرے اور فارسی زبان تیسرے نمبر پر نظر آتی ہے۔ ’فسانہ عجائب‘ کی لسانی زُمرہ بندی کے بعد اس کتاب سے منتخب یہ اقتباس ملاحظہ ہو جس میں اُنیسویں صدی کی نثر میں ہونے والی لسانی کشمکش کو با آسانی سمجھا جا سکتا ہے:

’’سب طائفے ساتھ کھڑے ہو ایک سر مین مبارکباد گانے لگے، کئی لاکھ روپے بادشاہ نے عنایت کیئے،

[HV] [A] [H] [F] [H] [H] [H][A] [HV] [F] [A] [H] [H] [H] [H] [A] [H]

دولھا زنانے مین طلب ہوا وہان رسمین ہونے لگین وہ عجب وقت تھا آرسی مصحف روبرو محبوب الخوا دوبدو،

[F] [A] [F] [A] [H] [H] [A] [A] [H][HV] [HV] [A][H] [HV] [A] [F] [H]

سورۂ اخلاص کھلا آئینہ رونمائی مین مزے لوٹتا سلسلۂ محبت مستحکم ہورہا ڈومنیون کا سٹھنیان گانا دولھا دولھن کا

[H][H] [H] [H] [H] [H] [H] [HV][HV] [A] [A] [A] [HV] [F] [F] [HV] [A] [A]

شرمانا کبھی ٹونے گاہ اچھے بنے سلونے ہمجولیون کا پوچھنا ٹونا لگا دولھا کا ہنسکے کہنا عرصہ ہوا

[HV] [A] [HV] [HV][H] [HV][H] [HV] [H] [H] [H] [H] [H] [H] [H] [H] [H] [H]

کوئی دلھن کی جوتی دولھا کے شانے سے چھوگئی، کوئی اُسی کا کاجل پارا ہوا لگا کئی ہمسنون کی چھیڑ چھاڑ

[H] [H] [F] [H] [HV] [A] [H] [H] [H] [H] [H] [H] [F] [H] [H] [H] [H] [H] [H]

اُنکے جوبن کی بہار فقط ململ اور شبنم کے دوپٹون کی آڑ جس دم یہ رسمین ہو چکین

[HV] [HV] [A] [H] [F] [H] [H] [H] [H] [F] [H] [H] [A] [F] [H] [H] [H]

توبات کی نوبت آئی عجب سیر نظر آئی اس طرح چنی کہ دیکھی نہ سُنی‘‘(۱۱)

[HV] [F] [HV] [HV] [H] [H] [A] [HV] [A] [F] [A] [HV] [A] [H] [H][H]

مذکورہ بالا اقتباس کی لسانی زُمرہ بندی کے نتائج کے مطابق اس متن میں کُل ۱۰۰ اسماء اور ۲۲ افعال استعمال ہوئے جن میں سے ۶۵ اسم ہندی زبان، ۲۳ عربی اور ۱۲ اسم فارسی زبان کے ہیں جبکہ اس جائزہ میں تمام کے تمام ۲۲ افعال ہندی زبان کے ہیں۔ اس اقتباس کو اگر شرح تناسب میں دیکھا جائے تو ہندی زبان کے اسماء تقریباً ۶۵ فی صد، عربی ۲۳ اور فارسی زبان کے ۱۲ اسم استعمال ہوئے تاہم ہندی افعال سو فی صد استعمال ہوئے۔ مذکورہ کتاب کی لسانی زُمرہ بندی کے بعد یہ بات سامنے آئی کہ ہندی زبان غالب، عربی زبان دوسرے جبکہ فارسی زبان تیسرے نمبر پر رہی۔

’جوہر اخلاق‘ از جیمز فرانسس کارکرن, قدیم یونانی تماثیل سے ماخوذ کہانی: جانور کی زبانی بنی نوح کو پیغام

اس مطالعے میں ’لسانی زُمرہ بندی‘ اور اس میں موجود ’اُردو پن‘ کی جانچ کی اس بحث کو آگے بڑھاتے ہوئے اب ہم جمیز فرانسس کارکرن کی اُردو میں ترجمہ کی گئی کتاب ’جوہر اخلاق‘ ۱۸۴۸ء کا جائزہ لیتے ہیں۔ ’جوہر اخلاق‘ یونانی اِیسپ (Aesop or Aesopus) کی تماثیل کا اُردو ترجمہ ہے جس کی تاریخ ڈھائی ہزار سال پرانی ہے۔ ان نصیحت آموز تماثیل کا لکھنے والا یونانی مصنف ’ایسپ (Aesop) کے نام سے مشہور تھا جو فرگیا (Phyrgia) میں پیدا ہوا۔ یہ گمنام مصنف ۶۲۰ اور ۵۶۰ قبل مسیح کے دوران یونان کی سرزمین پر موجود رہا۔ ان ایسپ (Aesop or Aesopus) سے منسوب کی جانے والی تمام حکایات کا مآخذ عربی اور فارسی بتایا جاتا ہے جبکہ چند اکابرین اور علماء کا کہنا یہ ہے کہ ایسپ (Aesop) درحقیقت حکیم لقمان کی یونانی صورت ہے اگرچہ اس بات پر بلاکسی تحقیق کے یقین نہیں کیا جا سکتا تاہم تاریخی طور پر یہ بات ثابت ہو چکی ہے۔

ایسپ (Aesop) کے زمانے سے تقریباً سات سو سال بعد یعنی دوسری صدی عیسوی میں یونانی مصنف ببیری یوس (Babrius) نے ان حکایات کو تحریری صورت میں محفوظ کیا۔ اس کے بعد فیڈ روس (Phaedrus) نے ان میں سے کئی حکایات کا لاطینی زبان میں ترجمہ کیا۔ تاہم چودھویں صدی کے آخر میں قسطنطنیہ کے ایک راہب میکسی موس پلینوڈیس (Maximus Planudes) نے ایک کتاب لکھی جو کہ انہیں ایسپ (Aesop or Aesopus) سے ماخوذ تھی۔ اس کے بعد ایک کتاب ۱۶۱۰ء میں کائیڈ برگ سے شائع ہوئی اور پھر فلارنس کے شہر سے ایک قدیم ’مخطوطہ‘ دریافت ہوا جو کہ میکسی موس پلینوڈیس (Maximus Planudes) کی کتاب سے بھی قدیم تر نکلا۔ تاہم ببیری یوس (Babrius) کی تصنیف کو ردرفورڈ (W.G.Ruther ford) نے ۱۸۸۳ء میں مرتب کر کے شائع کیا جبکہ اس سے قبل یہ کتاب اُردو ترجمہ کی شکل میں جمیز فرانسس کارکرن ۱۸۴۵ء میں شائع کر چکا تھا۔ اگرچہ یہ بات تا حال تشنہ تحقیق ہے کہ جیمز فرانسس نے یہ اُردو ترجمہ براہ راست یونانی یا انگریزی زبان سے کیا تھا۔ اس کے ساتھ ساتھ یہ بات بھی زیرنظر رہے کہ ان ایسپ (Aesop or Aesopus) کے انگریزی زبان میں بھی بے شمار تراجم موجود ہیں جن میں سے ایک ترجمہ ورنن جونز (V.S.Vernon jones) کا ہے جو پہلی بار لندن سے ۱۹۱۲ء میں شائع کیا گیا۔ تاہم ایک اور بات جو قابلِ غور ہے کہ انگریزی زبان میں پائے جانے والے تراجم میں حکایات کی تعداد سو سے زائد تو کہیں مختلف ہیں۔ جیمز فرانسس کی جانب سے اُردو میں کیا گیا مذکورہ ترجمہ میں کُل ۵۰ تماثیل ہیں اور اس اُردو

ترجمہ کی خاص بات یہ ہے کہ جیمز چونکہ خود بھی شاعر تھا اس لیے اُس نے ہر تمثیل کو بعد از ترجمہ 'حاصل' کے عنوان سے منظوم بھی کیا جو کہ دو یا چار اشعار پر مشتمل ہے۔ان تماثیل کی اہمیت اس حوالے سے زیادہ ہے کہ ان میں پہلی مرتبہ' جانوروں کی زبان سے'انسانی زندگی اور اُس کے روزمرہ معمولات کو موضوع بنا کر انسان کو'سدھارنے' کا طریقہ کار وضح کیا گیا جبکہ اس کے پس پشت ازل سے ہی انسان ہی جانوروں کو سدھارتے آئے ہیں۔جیمز فرانسس کارکرن کی ایک اور تصنیف 'تاریخ ممالک چین' بھی ہے جو جیمز کارکرن نے ۱۸۴۸ء میں شائع کی جس کا ایک نسخہ جامعہ پنجاب میں موجود ہے۔[۲۷] 'جوہر اخلاق' کے تعارف کے بعد اب ہم اس اُردو ترجمہ کی لسانی زُمرہ بندی کر کے اس کی لسانی خصوصیات جاننے کے لیے اپنے مطالعہ کو آگے بڑھاتے ہیں۔مذکورہ تصنیف کے لسانی جائزہ کے لیے کتاب میں شامل تمثیلات میں سے بلا تخصیص ابتدائی، درمیانی اور آخری چند تمثیلات کا انتخاب کیا گیا۔اس کی لسانی تفہیم کے لیے درج ذیل گوشوارہ ملاحظہ ہو:

**Categorization of the words used in Johar Akhlaq translated by James Fransis Karkarun,1848**

| Book Name | Hindi | Arabic | Farsi | Turki | Total | Abrani |
|---|---|---|---|---|---|---|
| Johar Akhlaq | 74 | 24 | 39 | 0 | 137 | |
| Total | **74** | **24** | **39** | **0** | **137** | |
| Percentage | **54.01** | **17.52** | **28.5** | **0** | **100** | Percentage |

مذکورہ کتاب سے منتخب متن کی 'لسانی زُمرہ بندی' نتائج کے مطابق اس میں کُل ۱۳۷ اسماء اور ۳۰ افعال استعمال ہوئے۔اس لسانی مطالعے کے دوران یہ بات سامنے آئی کہ ان ۱۳۷ اسماء میں سے ۷۴ ہندی، ۲۴ عربی جبکہ ۳۹ کا تعلق فارسی زبان سے ہے جبکہ کُل افعال جو تعداد میں ۳۰ تھے وہ تمام کے تمام ہندی زبان سے ہیں۔شرح فی صد کے حوالے سے دیکھا جائے تو تقریباً ۵۴ فی صد اسماء ہندی زبان، ۱۸ فی صد عربی اور ۲۹ فی صد کا تعلق فارسی زبان سے ہے۔

تاہم اس لسانی زُمرہ بندی میں ہندی زبان غالب زبان، فارسی زبان دوسرے اور عربی زبان تیسرے نمبر پر نظر آتی ہے۔اس لسانی زُمرہ بندی کی مزید وضاحت کے لیے 'جوہر اخلاق' از جیمز فرانسس سے منتخب یہ اقتباس دیکھیے:

ایک سانپ کسی دھقان کے گھر میں جا گھسا، ناگہانی سے ایک لڑکے نے اس پر پاؤں

[H][H] [H] [H] [H] [H] [H] [F] [HV] [HV] [H] [H] [H] [F] [H] [H] [H]

رکھ دیا۔ غصے میں آ کر اُس موذی نے پلٹ کے اُس بچے کو ایسا کاٹا کہ وہ فوراً مر

[H] [A] [H] [H] [A] [F] [H] [F] [H] [H] [H] [H] [A] [H][HV] [H] [HV] [HV]

گیا۔لڑکے کے باپ کو بڑا رنج ہوا اور سانپ کو دیکھتے ہی غصے سے بے اختیار ہو کر

[HV] [F] [H] [H] [H] [HV] [H] [H] [H] [HV] [F] [H][H] [H] [H][H] [H]

ایک اور وار اُس پر کیا؛ وہ خالی گیا اور اُس کے وار کا نشان پتھر پر رہ گیا۔ایک

[H] [H][HV] [H] [F] [F] [H] [H] [H] [H][A][H][H] [H] [H] [F][H] [H]

مدت کے بعد دھقان نے اُس سانپ سے ملاپ کرنے کا پیغام کیا مگر سانپ نہ مانا اور

[H][HV] [F][H] [F] [H] [F][H][HV] [H] [H] [H][H] [H] [F] [A] [H] [A]

جواب دیا کہ حضرت معاف کیجئے ؛ جب تلک آپ اپنے لڑکے کے مرنے کو یاد رکھیے گا

[HV] [F] [H] [H] [H] [H] [H] [H] [H] [H] [A] [A] [H] [HV] [A]

اور میں علیٰ ھذا القیاس اُس پتھر پر کے نشان کو، ہم لوگوں میں کبھی دوستی نہیں ہوسکتی ۔

[HV] [F] [H] [H] [H] [H] [H] [F] [H] [H] [H] [A] [H] [H]

رہے دو دلوں میں برائی جہاں !

[A] [H] [H] [F] [F] [HV]

بھلائی کا پاؤگے کیوں کر نشاں ! !

[F] [H][H] [H] [HV] [H] [H]

اگر دل میں ہو دوستوں کے بدی

[F] [H] [F] [H][H] [F] [F]

تو اس دوستی سے بھلی دشمنی ! ! ! ! (۱۲)

[F] [H] [H] [F] [H] [H]

مذکورہ بالا اقتباس کی 'لسانی زُمرہ بندی' نتائج کے مطابق اس متن میں کُل ۱۱۴ اسماء اور ۱۶ افعال استعمال ہوئے جس میں ہندی زبان کے ۸۸ اسم، عربی زبان کے ۱۰ جبکہ ۱۶ اسماء کا تعلق فارسی زبان سے ہے۔ اس اقتباس میں کُل ۱۶ افعال زیرِ بحث آئے جو تمام کے تمام ہندی زبان کے تھے۔ اگر ان نتائج کو شرح فی صد کے تناظر میں دیکھا جائے تو ہندی زبان کے اسماء تقریباً ۷۷ فی صد، عربی کے ۸ جبکہ ۱۴ فی صد فارسی کے ہیں۔ تاہم اس لسانی مطالعے کے نتائج کے مطابق ہندی زبان غالب، فارسی زبان دوسرے جبکہ عربی زبان تیسرے نمبر پر نظر آتی ہے۔

## 'تقویۃ الایمان' از شاہ اسماعیل دھلوی: مذہبی تصانیف کے تراجم میں ہندی زبان کا استعمال

اُردو زبان کے بارے میں یہ بات اکثر زبان کے محققین کے مابین زیرِ بحث رہتی ہے کہ چونکہ یہ زبان متحدہ ہندوستان کے مسلم اکثریتی خطے میں بولی جاتی رہی ہے اور تقسیم ہند کے بعد مسلمان اپنے اپنے ممالک میں منتقل ہوگئے تو اس کے ساتھ ہی یہ زبان اب موجودہ خطوں میں تقسیم ہوکر کمزور ہوگئی[۲۸]۔ دوسرا یہ کہ قدیم مذہبی علماء کرام اور مبلغین نے اسلام کے پیغام کو عام کرنے اور اس کے ماننے والے افراد کے دلوں پر اثر کرنے کی خاطر اس میں عربی اور فارسی کے الفاظ شعوری طور پر شامل کر لیے گئے۔

اس بات کی تحقیق کے لیے جمیل جالبی (اپریل ۲۰۱۹ء) کی کتاب تاریخِ ادب اُردو،جلد چہارم کے مطابق شاہ اسماعیل دہلوی (۱۷۷۹ء۔۱۸۳۱ء) نے ایک کتاب ’تقویۃ الایمان‘ کے نام سے ۱۲۷۵ھ بہ مطابق ۵۹۔۱۸۵۸ء میں کلکتہ سے شائع کرائی۔یہ کتاب دراصل دوابواب پر مشتمل ہے،پہلا باب ان کی عربی کتاب ’رد الاشراک‘ کا آزاد ترجمہ ہندی (اردو) جبکہ اس کتاب کے دوسرے باب کو مولوی محمد سلطان نے ’تذکیر الاخوان‘ کے نام سے اُردو میں ترجمہ کر کے شائع کیا پر مشتمل ہے گویا اب یہ کتاب اسی نام کے ساتھ دونوں کی کاوشوں کا نتیجہ ہے۔یہ کتاب اُنیسویں صدی میں لکھی جانیوالی اُردو نثر کے ضمن میں کمال وحدتِ اثر کی حامل ہے۔اس مذہبی کتاب کا عربی سے آزاد ہندی (اُردو) میں ترجمہ کرنا اس بات کی جانب اشارہ کرتا ہے کہ ہوسکتا ہے کہ اس کا مقصد زیادہ سے زیادہ لوگوں کے دلوں تک اسلام کا پیغام پہنچانے کے لیے شعوری طور پر آسان اور ’اُردو پن‘ کا خیال رکھتے ہوئے لکھی گئی ہو۔اس تصنیف کے بارے میں جمیل جالبی ’مذہبی تصانیف میں اُردو نثر کا استعمال‘ کا مضمون باندھ کر تاریخِ ادب اُردو جلد چہارم میں لکھتے ہیں کہ:

”یہ کتابی نثر نہیں ہے اور ساتھ ہی ساتھ یہ محسوس ہوتا ہے کہ اُردو جملہ فارسی جملے کے زیرِ اثر نہیں ہے بلکہ اس فقرے کی خصوصیت ہی یہ ہے کہ اس میں ’اُردو پن‘ نمایاں ہے۔مذہبی موضوع و مقصد سامنے ہونے کے باوجود عربی زبان کے ثقیل الفاظ بھی زیادہ استعمال میں نہیں آئے“۔(۱۳)

شاہ اسماعیل دھلوی کی کتاب ’تقویۃ الایمان‘ کا بنیادی موضوع تصوف اور ترکِ شرک و بدعات کا خاتمہ تھا۔اس مقصد کے لیے انہوں نے اپنی مذکورہ کتاب میں سادہ اور پُر معنی جملوں کی مدد سے فی زمانہ بولی جانے والی ’زبان اُردو‘ کو ہی اپنی اس کتاب کے لیے موزوں سمجھا ہوگا۔مولانا شاہ اسماعیل سید احمد بریلوی کے مُرید تھے۔آپ نے اپنی تمام عمر فرسودہ رسومات،بدعات اور شرک کے خلاف اپنے زورِ قلم سے جہاد اور تبلیغ کرتے گزاری۔آپ کی شہادت ۱۸۳۱ء میں سکھوں کے خلاف جہاد کے دوران ہوئی۲۹۔اُن کی کتاب ’تقویۃ الایمان‘ سے لسانی زمرہ بندی کے لیے کیا تیار کیا گیا گوشوارہ ملاحظہ ہو:

**Categorization of the words used in Taqwia-tul-eman by Shah Ismail Delhvi,1858-59**

| Book Name | Hindi | Arabic | Farsi | Turki | Total | Abrani |
|---|---|---|---|---|---|---|
| Taqwia-tul-eman | 132 | 138 | 40 | 2 | 312 | |
| Total | 132 | 138 | 40 | 2 | 312 | |
| Percentage | 42.31 | 44.23 | 12.8 | 0.64 | 100 | Percentage |

اس کتاب کی لسانی زمرہ بندی کرتے ہوئے جو نتائج سامنے آئے اُس کے مطابق اس میں کُل ۳۱۲ اسماء اور ۱۵۰ افعال استعمال ہوئے جس میں سے ہندی زبان کے اسماء ۱۳۲،عربی ۱۳۸،فارسی زبان کے ۴۰ اور ترکی زبان کے ۲ ہیں جبکہ تمام تر ۱۵۰ افعال ہندی زبان کے ہیں۔اس لسانی تجزیے کو اگر شرح فی صد کے حوالے سے دیکھا جائے تو اس میں ہندی زبان کے الفاظ تقریباً ۴۲ فی صد،عربی کے ۴۴،فارسی کے ۱۳ فی صد اور ترکی زبان کے الفاظ ایک فی صد استعمال ہوئے جبکہ سو فی صد افعال کا تعلق ہندی سے ہے۔تاہم اس لسانی زمرہ بندی میں عربی زبان غالب،ہندی دوسرے،فارسی تیسرے جبکہ آخری نمبر پر ترکی زبان آتی ہے۔اس لسانی زُمرہ بندی کی مزید وضاحت کے لیے ’تقویۃ الایمان‘ سے یہ اقتباس دیکھئے:

”اللہ صاحب گو کہ سب بادشاہوں کا بادشاہ ہے پر اور بادشاہوں کی طرح مغرور نہیں کہ کوئی رعیتی بہتیرا ہی التجا کرے،
[HV] [A] [H] [A] [H][H] [F] [A] [A] [H] [F] [H] [H] [H] [F] [A] [F] [H] [F] [A] [A]
اس کی طرف مارے غرور کے خیال نہیں کرتے اس لیے رعیتی لوگ اور امیروں کو مانتے ہیں اور ان کا وسیلہ ڈھونڈتے ہیں
[HV][H][A][H] [H][HV] [A][H] [H][H][H][A][H][H] [HV][F][A][H[A][H][A][H] [H]
تاکہ انہیں کی خاطر سے التجا قبول ہووے بلکہ وہ بڑا کریم و رحیم ہے۔وہاں کسی کی وکالت کی حاجت نہیں جو اس کو یاد رکھے
[HV] [F] [H][H][H][A][A][H][H][H] [A] [A][H][H][H] [HV][A] [A][H][A] [H] [H] [H]
وہ آپ بھی اس کو یاد رکھتا ہے،کوئی سفارش کرے یا نہ کرے اور اسی طرح گو کہ وہ سب چیز سے پاک ہے اور سب سے بلند مگر
[F][F][H] [H][H] [H] [F] [H] [H] [F][A] [H][HV] [F] [HV][F] [H][HV] [F] [H] [H][H]
اور بادشاہوں کا سا دربار نہیں کہ کوئی رعیتی لوگ وہاں پہنچ نہ سکیں اور امیر و وزیر ہی رعیت پر حکم چلاویں
[HV] [A][H][A][H][A] [A] [H] [HV][F][HV][H][H] [A] [H[H][H]][F][H][H] [F] [H]
اور رعیت کے لوگوں کو انہیں کا ماننا ضرور پڑے اور انھیں کا دربار کرنا پڑے۔بلکہ اپنے بندوں سے بہت نزدیک ہے
[H][F][H [H][T][H][H] [HV] [HV][F] [H][H][H] [HV][H][A] [H] [H][H][H][A] [H]
جو ادنی بندہ اپنے دل سے اس کی طرف متوجہ ہووے تو وہیں اس کو اپنے منھ کے آگے پاوے۔“ (۱۴)
[HV][H] [H] [H] [H][H] [H] [H] [HV] [H] [A] [H] [H] [F] [H][T] [A][H]

مذکورہ کتاب ’تقویۃ الایمان‘ سے منتخب کیے گئے اس اقتباس کی لسانی زمرہ بندی نتائج کے مطابق اس میں کُل ۱۳۶اسماء اور ۱۵افعال کا استعمال ہوا جس میں ہندی زبان کے اسماء ۸۷، عربی ۲۸، فارسی ۲۰ اور ترکی کے ۱ اسماء سامنے آئے جبکہ تمام کے تمام ۱۵افعال ہندی زبان کے ہیں۔اس لسانی زمرہ بندی کو اگر شرح تناسب کے تناظر میں دیکھا جائے تو ہندی زبان کے اسماء تقریباً ۶۴ فی صد، عربی ۲۱، فارسی ۱۴ اور ترکی زبان کے ایک فی صد اسماء استعمال ہوئے۔تاہم اس لسانی مطالعے میں ہندی زبان غالب، عربی دوسرے، فارسی تیسرے اور ترکی زبان آخری نمبر پر ہے۔یہاں ایک اور بات بھی غور طلب ہے کہ اسی کتاب سے جب طویل اقتباس کو استعمال میں لایا گیا تو اُس تجزیے میں عربی زبان غالب زبان کے طور پر سامنے آئی تھی۔اس طرح کے نتائج آنے کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ کوئی بھی تخلیق کار جب تخلیقی عمل سے گزر رہا ہوتا ہے تو اُس کے تخلیقی تجربے اور ذہنی ذخیرہ الفاظ کا بھی تخلیقی عمل بڑا ہاتھ ہوتا ہے۔تاہم اس قسم کی لسانی زمرہ بندی کے لیے کوئی ایک یکساں پیمانہ متعین نہیں کیا جا سکتا۔

۱۷۷۵ء تا ۱۸۵۹ء کے دوران شائع ہونے والی منتخب نثری کتب بشمول اُردو نثر کی سب سے پہلی نثری تصنیف ’نوطرزِ مرصع‘ یعنی قصہ چہار درویش ۱۷۷۵ء از میر محمد عطا حسین عطا خاں تحسینؔ، ’عجائب القصص‘ ۹۳-۱۷۹۲ء از شاہ عالم ثانی، ’توتا کہانی‘ ۱۸۰۱ء از حیدر بخش حیدری

'فسانہ عجائب' ۱۸۲۵ء از رجب علی بیگ سرور، 'جوہر اخلاق' از جیمز فرانس کارکر ۱۸۴۸ء اور تقویۃ الایمان' از شاہ اسماعیل دھلوی ۱۸۵۸۔۵۹ء کے لسانی جائزے کے بعد ہم اس نتیجے پر پہنچے ہیں کہ اس مقالے کے لیے منتخب کیے گئے دورانیہ ۱۷۲۵ءتا ۱۸۵۰ء میں سے اُردو نثر کی اہم اور تاریخی اہمیت کی حامل ۸ نثری کتب شامل کی گئیں۔ تاہم اس لسانی جائزے میں کُل ۲۵۳۷ ۱ اسماء اور ۴۴۵ افعال کا جائزہ لیا گیا جن میں ۱۱۲۷۰ اسماء ہندی زبان، ۶۳۴ عربی، ۵۲۹ فارسی اور ۴ ترکی زبان کے تھے جبکہ تمام ۴۴۵ افعال کا تعلق ہندی زبان سے نکلا۔ اس اجتماعی لسانی زمرے بندی میں ہندی زبان تقریباً ۵۰ فی صد اسماء کے ساتھ غالب، عربی زبان ۲۵ فی صد کے ساتھ دوسری جبکہ معمولی فرق کے ساتھ فارسی زبان ۲۴ فی صد کے ساتھ تیسری اور ترکی زبان ۲ فی صد اسماء کے ساتھ چوتھے نمبر پر ہے۔ اب ہم اس لسانی زمرہ بندی کا اجتماعی طور پر ایک گوشوارہ کی مدد سے اجتماعی جائزہ لیتے ہیں۔ اس جائزے کے لیے درج ذیل رپورٹ ملاحظہ ہو:

**Categorization of the words used in the well known Urdu prose books from 1775 to 1850**

| Categorization of the words used in the well known Urdu prose books from end of 18th century to first half of 19th century | | | | | | |
|---|---|---|---|---|---|---|
| Sr.No | | Hindi | Arabic | Farsi | Turki | Abrani |
| 1 | Hindee story Teller by Fort Willam College, 1806 | 635(59.51%) | 204(19.12%) | 226(21.2%) | 2(0.19%) | 1(0.09%) |
| 2 | Nou Tarz e Murassah by M. Hussain Khan Tehseen,1775 | 30(17.96%) | 64(38.32%) | 73(43.70%) | 0 | 0 |
| 3 | Ajaib-ul-Qasas by Shah Aalam Sani,1792-93 | 39(18.66%) | 77(36.84%) | 93(44.50%) | 0 | 0 |
| 4 | To ta kahani by Haider Baksh Haidri, 1801 | 138(66.67%) | 34(16.43%) | 35(16.90%) | 0 | 0 |
| 5 | Ara'ish-e mehfil by Shair Ali Afsoos, 1808 | 118(50.43%) | 54(23,08%) | 62(26.50%) | 0 | 0 |
| 6 | Fasana -e Aja'ib by Rajab Ali Baig Surur, 1825 | 104(50.98%) | 39(29.90%) | 61(19.10%) | 0 | 0 |
| 7 | Johar Akhlaq by James Fransis Karkarun,1848 | 74(54.01%) | 24(17.52%) | 39(28.50%) | 0 | 0 |
| 8 | Taqwia-tul-eman by Shah Ismail Delhvi,1858-59 | 132(42.32%) | 138(44.23%) | 40(12.80%) | 2(0.64%) | 0 |

مذکورہ بالا گوشوارے کا اگر ہندی زبان کے حوالے سے تجزیہ کیا جائے تو پتہ چلتا ہے کہ فورٹ ولیم کالج کے پلیٹ فارم سے شائع ہونے والی کتب *Hindee Story Teller*,1806 میں ہندی زبان کے اسماء تقریباً ۶۰ فی صد، توتا کہانی از حیدر بخش حیدری میں ۶۷ فی صد، آرائش محفل از شیر علی افسوس میں ۵۰ فی صد اور فسانہ عجائب از رجب علی بیگ سرؔور میں ۵۱ فی صد استعمال ہوئے۔ اس کے برعکس اِسی عہد میں فورٹ ولیم کالج سے باہر تخلیق، تالیف یا ترجمہ ہونے والی تصانیف 'نوطرزِ مُرصع' از محمد حسین خاں تحسیؔن میں ہندی اسماء تقریباً ۱۸ فی صد، 'عجائب القصص' از شاہ عالم ثانی میں ۱۹ فی صد، جوہر اخلاق از جیمز فرانس کارکرن میں ۵۴ فی صد اور 'تقویۃ الایمان' از شاہ اسماعیل دھلوی میں ۴۲ فی صد استعمال ہوئے۔

مذکورہ بالا گوشوارے کا اگر عربی زبان کے حوالے سے تجزیہ کیا جائے تو پتہ چلتا ہے کہ فورٹ ولیم کالج کے پلیٹ فارم سے شائع ہونے والی کتب *Hindee Story Teller*,1806 میں عربی زبان کے اسماء تقریباً ۱۹ فی صد، توتا کہانی از حیدر بخش حیدری میں ۱۶ فی صد، آرائش محفل از شیر علی افسوس میں ۲۳ فی صد اور فسانہ عجائب از رجب علی بیگ سرؔور میں ۳۰ فی صد استعمال ہوئے۔ اس کے برعکس اِسی

عہد میں فورٹ ولیم کالج سے باہر تخلیق، تالیف یا ترجمہ ہونے والی تصانیف ’نوطرزِ مُرصع‘ از محمد حسین خاں تحسینؔ میں عربی اسماء تقریباً ۳۸ فی صد، ’عجائب القصص‘ از شاہ عالم ثانی میں ۳۷ فی صد، جوہر اخلاق از جیمز فرانسس کارکرن میں ۱۸ فی صد اور ’تقویۃ الایمان‘ از شاہ اسماعیل دھلوی میں ۴۴ فی صد استعمال ہوئے۔

مذکورہ بالا گوشوارے کا اگر فارسی زبان کے حوالے سے تجزیہ کیا جائے تو پتہ چلتا ہے کہ فورٹ ولیم کالج کے پلیٹ فارم سے شائع ہونے والی کتب *Hindee Story Teller*,1806 میں فارسی زبان کے اسماء تقریباً ۲۱ فی صد، تو تا کہانی از حیدر بخش حیدری میں ۱۷ فی صد، آرائش محفل از شیر علی افسوس میں ۲۶ فی صد اور فسانہ عجائب از رجب علی بیگ سرورؔ میں ۱۹ فی صد استعمال ہوئے۔

اس کے برعکس اِسی عہد میں فورٹ ولیم کالج سے باہر تخلیق، تالیف یا ترجمہ ہونے والی تصانیف ’نوطرزِ مُرصع‘ از محمد حسین خاں تحسینؔ میں فارسی اسماء تقریباً ۴۴ فی صد، ’عجائب القصص‘ از شاہ عالم ثانی میں ۴۴ فی صد، جوہر اخلاق از جیمز فرانسس کارکرن میں ۲۸ فی صد اور ’تقویۃ الایمان‘ از شاہ اسماعیل دھلوی میں ۱۲ فی صد استعمال ہوئے۔ تاہم اس لسانی مطالعے کو اگر افعال کے تناظر میں دیکھا جائے تو سو فی صد افعال کا تعلق ’ہندی زبان‘ سے ہے۔

اس لسانی زُمرہ بندی (Lingulal Categorizartion) کے بعد اب ہم مذکورہ بالا گوشوارے کے لسانی نتائج کو اُردو زبان کی فرہنگوں اور لغات کے تناظر میں دیکھتے ہیں۔ فرہنگِ آصفّیہ از مولوی سید احمد دہلوی کے درج بالا گوشوارہ کو ازسرِ نو ترتیب دے کر اس کے لسانی نتائج کو شرح فی صد کے تناظر میں یوں بھی پڑھا جا سکتا ہے کہ:

**Categorization of the words written in Farhang-e-Asfiya compiled by Maulvi Syed Ahmad Dehlvi ,1892**

| Sr.No | Language Name | Hindi | Percentage |
|---|---|---|---|
| 1 | Hindi with Punjabi | 21644 | 40.07 |
| 2 | Urdu | 17505 | 32.41 |
| 3 | Arabic | 7584 | 14.04 |
| 4 | Farsi | 6041 | 11.19 |
| 5 | Sanskrit | 554 | 1.03 |
| 6 | English | 500 | 0.93 |
| 7 | Turkish | 105 | 0.19 |
| 8 | Yunani | 29 | 0.05 |
| 9 | Portugali | 16 | 0.03 |
| 10 | Abrani | 11 | 0.02 |
| 11 | Suryani | 7 | 0.01 |
| 12 | Roomi | 4 | 0.01 |
| 13 | French | 3 | 0.01 |
| 14 | Pali | 2 | 0.00 |
| 15 | Barhama | 2 | 0.00 |
| 16 | Mala bari | 1 | 0.00 |
| 17 | Hispanic | 1 | 0.00 |
| | **Grand Total** | **54009** | **100** |

فرہنگِ آصفّیہ میں شامل الفاظ کی تشریح کچھ یوں ہے کہ اس لُغت میں ہندی زبان مع پنجابی الفاظ کی شرح فی صد تقریباً ۴۰، اُردو زبان کی ۳۲، عربی زبان کی ۱۴، فارسی زبان کی ۱۱ اور سنسکرت زبان کی شرح فی صد ایک ہے جبکہ دیگر زبانوں کی شرح فی صد انتہائی کم ہے۔ ہم نے اپنے مقالے میں چونکہ ہندی اور اُردو اسماء کی الگ سے تخصیص نہیں کی لہذا ان دونوں زبانوں (ہندی+اُردو) کے باہم مجموعے سے اس کی شرح تناسب ۷۲ فی صد نکلتی ہے۔ اس گوشوارے کی مدد سے مذکورہ لغت میں عربی زبان کی شرح تناسب ۱۴ جبکہ فارسی زبان کے لیے یہ شرح ۱۱ فی صد کے برابر ہے۔ مذکورہ بالا لسانی مطالعے اور زُمرہ بندی کے بعد اگرچہ کسی حتمی نتیجے کا بیان تو مشکل ہے کیونکہ اس ضمن میں ابھی بہت سا کام کیا جانا باقی ہے۔ تاہم اس مقصد کے لیے اگر آئندہ کلاسیکی اُردو نظم ونثر بشمول 'خطوطِ غالب' سے لے کر عہدِ سرسید (جدید نثر کے آغاز) تک اس تحقیق کے دائرے کو بڑھایا جائے تو اس سے 'اُردو پن' کی مزید وضاحت میں مدد مل سکتی ہے۔ مذکورہ بالا تحقیق میں لسانی زمرہ بندی کو اسماء اور افعال کے تناظر میں دیکھنے اور ۱۷۷۵ء تا ۱۸۵۰ء کے دوران تاریخی اہمیت کی حامل نثری تصانیف کے لسانی جائزے کے بعد کسی حد تک یہ وضاحت کی جاسکتی ہے کہ اُردو زبان کے نثری ادب میں 'اُردو پن'' کی جڑیں آہستہ آہستہ پیوست ہوتی جا رہی ہیں جو اس زبان کی زرخیزی کی جانب ایک واضح اشارہ ہے۔ تاہم اس تحقیق کے آخر میں یہ نظریہ مزید تقویت کا حامل ہو گیا ہے کہ 'برطانوی حکومت کا فورٹ ولیم کالج کے پلیٹ فارم سے 'اُردو زبان' کو 'ہندوستانی زبان' قرار دینا اور اُردو نثر کے فروغ کے لیے کی جانیوالی کوششوں کا ایک مقصد شاید اس زبان کو 'ہندوستان کا لنگوا فرانکا' بنانے کی ایک شعوری کوشش ہو۔'

## حوالہ جات


۱۔"*Hindee Story Teller*",Fort Willam College,Calcutta,1806,p.7

۲۔ تحسین، میر محمد حسین عطا خاں، ہاشمی، نور الحسن (مرتب) ''نوطرزِ مرصعؔ'' الہ آباد: ھندوستانی اکیڈمی، بار اول ۱۹۵۸ء، ص ۴۱

۳۔ تحسین، میر محمد حسین عطا خاں، ہاشمی، نور الحسن (مرتب) ''نوطرزِ مرصعؔ'' الہ آباد: ھندوستانی اکیڈمی، بار اول ۱۹۵۸ء، ص ۲۲۳

۴۔ ثانی، شاہ عالم، ''عجائب القصص'' لاہور: مجلس ترقی ادب، طبع اول، جنوری ۱۹۶۵ء، ص ۱۴۳

۵۔ حیدری، حیدر بخش، ''توتا کہانی'' لاہور: مجلس ترقی ادب، طبع اول اکتوبر ۱۹۶۳ء، ص ۸

۶۔ حیدری، حیدر بخش، قریشی، محمد اسلم (مرتب) ''آرائشِ محفل'' لاہور: مجلس ترقی ادب، طبع اول ۱۹۶۴ء، ص ۱۳

۷۔ افسوس، شیر علی، فائق، کلب علی خاں (مرتب) ''آرائشِ محفل'' لاہور: مجلس ترقی ادب، طبع اول ۱۹۶۳ء، ص ۹۹۔۲۹۸

۸۔ احمد، حفیظ الدین ''خرد افروز'' لاہور: مجلس ترقی ادب، طبع اول، دسمبر، ۱۹۶۵ء، ص ۸۹۔۲۸۸

۹۔ احمد، حفیظ الدین ''خرد افروز''، لاہور: مجلس ترقی ادب، طبع اول، دسمبر، ۱۹۶۵ء، ص ۱۰۔۱۰۹

۱۰۔ احمد، حفیظ الدین ''خرد افروز''، لاہور: مجلس ترقی ادب، طبع اول، دسمبر، ۱۹۶۵ء، ص ۲۴۱

۱۱۔ سُرور، رجب علی بیگ، ''فسانہ عجائب باتصویر'' دھلی: مطبع منشی نول کشور، کتب خانہ انجمن ترقی اُردو، سن ندارد، ص ۹۰

۱۲۔ کارکرن، جیمز فرانسس، محمد باقر، پروفیسر (مرتب) ''جوہر اخلاق'' لاہور: مجلس ترقی ادب، طبع اول اپریل ۱۹۶۳ء، ص ۱۴۲

۱۳۔ جالبی، جمیل ''تاریخ ادبِ اُردو''، لاہور: مجلس ترقی ادب، طبع اول، جلد چہارم، فروری ۲۰۱۲ء، ص ۱۳۸۹

۱۴۔ دھلوی، شاہ سماعیل، ''تقویۃً الایمان'' کلکتہ: مطبع محسنی، محلّہ جان بازار، ۲۷ ذالحجہ ۱۲۷۵ھ، ص ۱۷۔۱۹


## حواشی

۱۔ شانتی رنجن بھٹاچاریہ نے اپنی کتاب 'بنگال میں اُردو' مطبوعہ نصرت پبلشرز لکھنؤ ۳، ۱۹۷۶ء کے صفحہ ۷ پر لکھا ہے کہ جدید ہندوستانی زبانوں کی نثر جن میں مقامی زبان بنگلہ، اُردو، ہندی، تلگو، مراٹھی، سنسکرت، عربی اور فارسی شامل ہیں۔ ان ہندوستانی زبانوں کی ترقی کے لیے ان زبانوں کے عالم اور پنڈت انگریز طلباء کو سول سروس کے لیے تیار کرنے کی غرض سے کلکتہ میں آ کر جمع ہو گئے اور اس لیے یہ شہر علم و ادب کا مرکز اور انگریزوں کا پہلا پایہ تخت قرار پایا۔

۲۔ نقلیات از میر بہادر علی حسینی، مرتبہ سید وقار عظیم کے دیباچے میں درج ہے کہ چونکہ ان نقلیات کا رومن متن گل کرسٹ نے از خود لکھا تھا اس لیے کتاب کے آخر میں Post-script لکھتے ہوئے اُس نے خود کو Compiler لکھا ہے۔ مزید تفصیل کے لیے *Hindee Story Teller* سے لیا گیا ضمیمہ ☆۳ ملاحظہ ہو۔

۳۔"*Hindee Story Teller*",Fort Willam College,Calcutta,1806,p.17

۴۔"*Hindee Story Teller*",Fort Willam College,Calcutta,1806,p.13

۵۔"*Hindee Story Teller*",Fort Willam College,Calcutta,1806,p.3

۶۔"*Hindee Story Teller*",Fort Willam College,Calcutta,1806,p.25

۷۔"*Hindee Story Teller*",Fort Willam College,Calcutta,1806,p.2

۸۔"*Hindee Story Teller*",Fort Willam College,Calcutta,1806,p.1

۹۔ملاحظہ ہو ضمیمہ' گائن' اور' کاڑا' سنسکرت لفظ ہیں مگر آسانی کے خاطر انہیں بھی ہندی ہی تسلیم کرلیا گیا

۱۰۔ماخوذ از میر محمد حسین عطا خاں تحسین، ''نوطرزِ مرصع''، مرتبہ نورالحسن ہاشمی، الہ آباد: ہندوستانی اکیڈمی، بار اول ۱۹۵۸ء

۱۱۔حافظ محمود شیرانی، ''مقالات شیرانی'' لاہور: کتاب منزل، ۱۹۴۸ء، ص۲۴۔۵۸

۱۲۔اس کتاب کے مرتب نورالحسن ہاشمی نے سید سجاد کی تحقیق سے متعلق درج اپنے دوسرے مقدمہ بار اول ۱۹۵۸ء کے صفحہ ۲۹ پر لکھا ہے کہ: آزاد نے اس کا سال تصنیف جیسا کہ اوپر لکھا جاچکا ہے ۱۷۹۸ء قرار دیا تھا چنانچہ بلوم ہارٹ اور بعض تذکرہ نویسوں مثلاً تنہا، صاحبِ گُلِ رعنا اور بیلی وغیرہ نے بھی یہی تسلیم کرلیا لیکن چوبیس برس بعد بلوم ہارٹ نے دوبارہ جب اس کتاب کے دیباچے پر نظر ڈالی اور اُسے اپنی غلطی نظر آئی تو اُس نے انڈیا آفس کی فہرست مخطوطات میں 'نوطرزِ مُرصَّع' کے باب میں یہ نوٹ بڑھا دیا کہ 'آزاد کے بیان کے مطابق ( آبِ حیات ص۲۴ بہ تصنیف ۱۲۱۳ھ مطابق ۱۷۹۸ء میں مکمل ہوئی لیکن یہ غلط ہے کیونکہ مصنف کے دیباچے کو پڑھ کر معلوم ہوتا ہے کہ یہ کتاب اس نے شجاع الدولہ کے انتقال ہی کے وقت تقریباً ۱۷۷۵ء ختم کرلی تھی اور آصف الدولہ کے انتقال ۱۷۹۸ء سے تو بہت پہلے ختم ہو چکی تھی۔اس لیے تاریخِ تصنیف ۱۷۸۰ء کے قریب ہوگی )۔

۱۳۔ماخوذ از شاہ عالم ثانی، ''عجائب القصص''، لاہور: مجلس ترقی ادب، طبع اول، جنوری ۱۹۶۵ء

۱۴۔عطا حسین خاں نے ابتداً اصل فارسی سے اس کا ترجمہ شائع کیا چونکہ اس کی زبان بوجہ کثرتِ تراکیب ومحاورہ فارسی وعربی مغلق اور قابلِ اعتراض مانی گئی تھی اس لیے اس نقص کو رفع کرنے کی غرض سے کالج کے ملازمین میں سے میر امّن دہلوی نے مذکورہ بالا ترجمہ سے موجودہ متن تیار کیا ہے۔

۱۵۔ماخوذ از حیدر بخش حیدری، ''توتا کہانی''، لاہور: مجلس ترقی ادب، طبع اول اکتوبر ۱۹۶۳ء

۱۶۔یہاں لفظ 'خاوند' آقا کے معنوں میں استعمال ھوا ہے۔یہ لفظ 'خداوند' کا مخفف ہے۔

۱۷۔دیکھئے عکس سرورق 'حیدر بخش حیدری، ''آرائش محفل''، کلکتہ: ہندوستانی پریس، فورٹ ولیم کالج، ۱۸۰۵ء

۱۸۔دیباچہ ملاحظہ ہو، حیدر بخش حیدری، ''توتا کہانی''، لاہور: مجلس ترقی ادب، طبع اول اکتوبر ۱۹۶۳ء

۱۹۔’’بنگال میں اُردو زبان و ادب‘‘ کے مصنف ڈاکٹر شانتی رنجن بھٹاچاریہ نے اپنی تصنیف مطبوعہ۱۹۷۲ء کے صفحہ ۸ میں لکھا ہے کہ انگریزوں کو ہندوستانی زبانوں کی ترقی اور ہندستانیوں کی فلاح و بہبود اور اُن کو انگریزی یا یورپی تعلیم دینے میں کوئی دلچسپی نہ تھی بلکہ وہ تو صرف اس بات کے خواہاں تھے کہ ہندوستانی عوام صرف اتنی انگریزی سیکھ لیں کہ اُن کے لیے’ کلرک‘ کا کام سرانجام دے سکیں تاکہ اُن کے قدم اس سرزمین پر مضبوط ہوسکیں۔اسی کتاب میں مصنف نے لارڈ میکالے کی ایک تعلیمی رپورٹ (فروری ۱۹۳۵ء) سے ایک اقتباس قلمبند کیا ہے کہ’ہمیں ہندوستان میں ایک ایسی جماعت تیار کرنی ہے جو ہمارے اور ہماری رعایا کے درمیان ترجمان کا کام انجام دے سکے اور یہ جماعت ایسی ہونی چاہیے جو خون اور رنگ کے اعتبار سے تو ہندوستانی ہو لیکن مذاق، رائے، خیالات، اخلاق اور سُوجھ بُوجھ کے اعتبار سے انگریز ہو۔

۲۰۔ماخوذ از شیر علی افسوس، ’’آرائشِ محفل‘‘، مرتبہ کلب علی خاں فائق لاہور: مجلس ترقی ادب، طبع اول ۱۹۶۳ء

۲۱۔ملاحظہ ہو محمد عتیق صدیقی، ’’گل کرسٹ اور اس کا عہد‘‘، علی گڑھ: انجمن ترقی اُردو ہند، ۱۹۶۰ء، ص ۱۳

۲۲۔ماخوذ از حفیظ الدین احمد، ’’خرد افروز‘‘، لاہور: مجلس ترقی ادب، طبع اول، جلد اول و دوم، دسمبر، ۱۹۶۵ء

۲۳۔مرتب کی جانب سے اس بات کی وضاحت کی گئی ہے کہ ’’عیارِ دانش‘‘، مطبوعہ نول کشور کانپور ۱۸۹۴ء کے صفحہ ۲۱۵ میں ’فارس‘ کی جگہ ’کارتن‘ (از دیہاے کارتن) جبکہ ’’انوار سہیلی‘‘، مطبوعہ نول کشور کانپور ۱۸۸۰ء کے صفحہ ۲۹۳ پر ’دیہاے فارس‘ لکھا گیا ہے۔

۲۴۔ماخوذ از ’حرفِ آغاز سید امتیاز علی تاج‘، حفیظ الدین احمد، ’’خرد افروز‘‘، لاہور: مجلس ترقی ادب، طبع اول، دسمبر، ۱۹۶۵ء

۲۵۔اُردو کی تین طبع زاد داستانیں میں ’’فسانہ عجائب‘‘، ’’توتا کہانی‘‘ ار’’آرائش محفل‘‘ اہم ہیں۔

۲۶۔ملاحظہ ہو، رفیع الدین ہاشمی ’’سرور اور فسانہ عجائب‘‘، لاہور: سنگِ میل پبلی کیشن، بار سوم، ۱۹۸۳ء، ص ۵۴

۲۷۔ماخوذ از جیمز فرانسس کارکرن، ’’ جوہر اخلاق ‘‘، مرتبہ پروفیسر محمد باقر، لاہور: مجلس ترقی ادب، طبع اول اپریل ۱۹۶۳ء

۲۸۔اس بات کے حوالے سے شانتی رنجن بھٹاچاریہ نے اپنی کتاب ’آزادی کے بعد مغربی بنگال میں اُردو‘ مطبوعہ اکتوبر ۱۹۷۳ء کے صفحہ ۱۳ پر لکھا ہے کہ ’تقسیم ہند کا اثر جن زبانوں پر نہایت گہرا ہوا اُن میں پنجابی، سندھی، بنگلہ اور اُردو ہیں۔۔۔۔ تقسیم ہند کے بعد جب فضا سازگار ہونے لگی تو ہندوستان میں بسنے والے لوگوں نے سوچا کی اُردو صرف مسلمانوں کی زبان نہیں تھی اور نہ آج یہ صرف مسلمانوں کی زبان ہے کیونکہ اس کی آبیاری میں روزِ ازل سے ہندوؤں نے بھی پورا پورا حصہ لیا ہے‘۔

۲۹۔ماخوذ از شاہ اسماعیل دھلوی، ’’تقویۃ الایمان‘‘، کلکتہ: مطبع محسنی محلّہ جان بازار، ۲۷ ذالحجہ ۱۲۷۵ھ

۳۰۔ماخوذ از ’’فرہنگِ آصفیہ‘‘ مرتبہ مولوی سید احمد دہلوی، لاہور: اُردو سائنس بورڈ، طبع دوم، جلد سوم و چہارم، جولائی ۱۹۸۷ء

## کتابیات


۱۔ آسر، رام ''اُردو ہندی کا لسانیاتی رشتہ'' دہلی: دہلی یونیورسٹی، ۱۹۷۵ء

۲۔ احمد، حفیظ الدین، ''خرد افروز'' لاہور: مجلس ترقی ادب، طبع اول، دسمبر ۱۹۶۵ء

۳۔ احمد، حفیظ الدین، ''خرد افروز'' لاہور: مجلس ترقی ادب، طبع اول، جلد اول و دوم، دسمبر ۱۹۶۵ء

۴۔ افسوس، شیر علی، فائق، کلب علی خاں (مرتبہ)، ''آرائشِ محفل'' لاہور: مجلس ترقی ادب، طبع اول، ۱۹۶۳ء

۵۔ بلیاوی، مولانا عبدالحفیظ (مرتب) ''مصباحُ اللغات'' دہلی: مکتبہ بُرہان، اُردو بازار، جامع مسجد، ۱۹۷۲ء

۶۔ College of Fort Willam,"*Hindee Story Teller*": Calucatta,1803

۷۔ تحسین، میر محمد حسین، عطا خاں، ہاشمی، نور الحسن (مرتب) ''نوطرزِ مرصع'' الہ آباد: ھندوستانی اکیڈمی، بار اول ۱۹۵۸ء

۸۔ ثانی، شاہ عالم، ''عجائب القصص'' لاہور: مجلس ترقی ادب، طبع اول، جنوری ۱۹۶۵ء

۹۔ جالبی، جمیل، ''تاریخ ادبِ اُردو'' لاہور: مجلس ترقی ادب، طبع اول، جلد چہارم، فروری ۲۰۱۲ء

۱۰۔ حیدری، حیدر بخش، ''توتا کہانی'' لاہور: مجلس ترقی ادب، طبع اول، اکتوبر ۱۹۶۳ء

۱۱۔ حیدری، حیدر بخش، قریشی، محمد اسلم (مرتبہ)، ''آرائشِ محفل'' لاہور: مجلس ترقی ادب، طبع اول، ۱۹۶۴ء

۱۲۔ حیدری، حیدر بخش ''آرائشِ محفل''، کلکتہ: ہندوستانی پریس، فورٹ ولیم کالج، ۱۸۰۵ء

۱۳۔ خاں، مسعود حسین، خاں، غلام عمر (مرتبہ) ''دکنی اُردو کی لغت'' مرتبہ حیدر آباد: آندھرا پردیش ساہیتہ اکیڈمی، ۱۹۶۹ء

۱۴۔ دھلوی، سید احمد (مرتب) ''فرہنگِ آصفیہ'' لاہور: اُردو سائنس بورڈ، طبع دوم، جلد سوم و چہارم، جولائی ۱۹۸۷ء

۱۵۔ دھلوی، شاہ اسماعیل ''تقویۃ الایمان'' کلکتہ: مطبع محسنی محلّہ جان بازار، ۲۷ ذالحجہ ۱۲۷۵ھ

۱۶۔ راجیش ور، راجہ، اصغر، راؤ (مولفین) ''قرانُ السّعدین مع مجمع البحرین'' حیدر آباد دکن: بار دوم، سن ندارد

۱۷۔ سر ہندی، وارث (مولف) ''قاموس مترادفات'' لاہور: اُردو سائنس بورڈ، اگست ۱۹۸۶ء

۱۸۔ سرُور، رجب علی بیگ ''فسانہ عجائب باتصویر'' دھلی: مطبع منشی نول کشور، کتب خانہ انجمن ترقی اُردو، سن ندارد

۱۹۔ صدیقی، محمد عتیق، ''گل کرسٹ اور اس کا عہد'' علی گڑھ: انجمن ترقی اُردو ہند، ۱۹۶۰ء

۲۰۔ عبدالحق، مولوی، صدیقی، ابواللیث (مدیران) ''اُردو لغت'' کراچی: اُردو ڈکشنری بورڈ، ۱۹۸۳ء

۲۱۔ کارکرن، جیمز فرانسس، محمد باقر، پروفیسر، (مرتب)، ''جوہر اخلاق'' لاہور: مجلس ترقی ادب، طبع اول اپریل ۱۹۶۳ء

۲۲۔ گل کرسٹ، داؤدی، خلیل الرحمٰن (مرتب) ''قواعدِ زبانِ اُردو'' لاہور: مجلس ترقی ادب، ۱۹۶۲ء

۲۳۔لکھنوی،امیر مینائی (مرتب)،''امیر اللغات''لاہور:مقبول اکیڈمی،۱۹۸۸ء

۲۴۔لکھنوی،مرتضی حسین،سید(مولف)''نسیم اللغات''لاہور:کتاب منزل،کشمیری بازار،طبع دوم ۱۹۶۷ء

۲۵۔محمد حسن،پروفیسر(مرتب)''ہندوستانی محاورے''دہلی ۶:ایجوکیشنل پبلشنگ ہاؤس،۱۹۹۵ء

۲۶۔نارنگ،گوپی چند،''لغت نویسی کے مسائل''نئی دہلی:ماہنامہ کتاب نما،۱۹۸۵ء

۲۷۔نقوی،شہریار حیدر(مولف)''فرہنگ اُردو۔فارسی''لاہور:بک ٹاپ،ٹمپل روڈ،۱۹۹۳ء

۲۸۔نیئر،نُورالحسن''نوراللغات''لاہور:مقبول اکیڈمی،۱۹۸۸ء

۲۹۔یوسف،احمد(مرتب)،''بہارِاُردولغت''پٹنہ:خُدا بخش اورنٹیل پبلک لائبریری،۱۹۹۵ء